JQSS: (Journal Of Quranic and Social Studies)

ISSN: (e): 2790-5640 ISSN (p): 2790-5632

Volume: 4, Issue: 2, July-December 2024. P: 32-64

Open Access: https://jqss.org/index.php/JQSS/article/view/142

DOI: https://doi.org/10.5281/zenodo.14425783

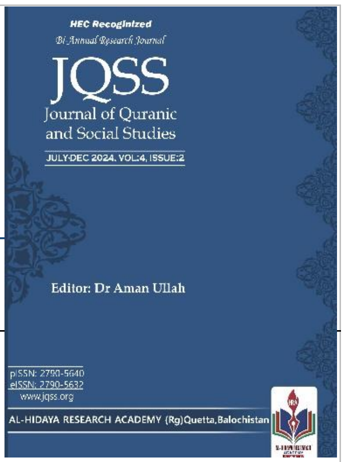

Copyright: © The Authors

Licensing: this work is licensed under a creative commons attribution 4.0 international license

منتخب صحابہ کرام کے اجتہادات کی نوعیت کا تحقیقی مطالعہ عصری مسائل کے تناظر میں

The Research Study on the Nature of the Ijtihads of Selected Companions of the Prophet in the Context of Contemporary Issues

1. **Muhammad Siddique Ullah**
https://orcid.org/0000-0001-9665-3425
PhD Scholar, (Islamic Studies with Computer Technology) Sheikh Zayed Islamic Centre, University of Karachi, Karachi

2. **Prof. Dr. Abida Parveen**
dr_abidashams@yahoo.com
Director, Sheikh Zayed Islamic Centre, University of Karachi, Karachi

How to Cite: Muhammad Siddique Ullah and Prof. Dr. Abida Parveen (2024). The Research Study on the Nature of the Ijtihads of Selected Companions of the Prophet in the Context of Contemporary Issues, *(JQSS) Journal of Quranic and Social Studies*, 4(2), 32-64.

Abstract and indexing

Publisher
HRA (AL-HIDAYA RESEARCH ACADEMY) (Rg)
Balochistan Quetta

منتخب صحابہ کرام کے اجتہادات کی نوعیت کا تحقیقی مطالعہ عصری مسائل کے تناظر میں

The Research Study on the Nature of the Ijtihads of Selected Companions of the Prophet in the Context of Contemporary Issues

Journal of Quranic and Social Studies
32-64
© The Author (s) 2024
Volume:4, Issue:2, 2024
DOI:10.5281/zenodo.14425783
www.jqss.org
ISSN: E/ **2790-5640**
ISSN: P/ **2790-5632**
OJS OPEN JOURNAL SYSTEMS PKP PUBLIC KNOWLEDGE PROJECT

Muhammad Siddique Ullah

PhD Scholar,(Islamic Studies with Computer Technology)
Sheikh Zayed Islamic Centre, University of Karachi, Karachi

Prof. Dr.Abida Parveen

Director, Sheikh Zayed Islamic Centre, University of Karachi, Karachi

Abstract

This PhD research study delves into the nature of ijtihad (independent legal reasoning) as employed by selected companions of the Prophet Muhammad to address contemporary issues. Ijtihad involves deriving rulings on matters not explicitly addressed in the Quran and Sunnah (the Prophet's teachings). The study focuses on companions renowned for their expertise in ijtihad and their substantial contributions to Islamic jurisprudence. Utilizing a qualitative research design, the study examines primary sources such as the works of the companions themselves, accounts from their students, and commentaries by later scholars. It then contextualizes these ijtihads within contemporary challenges facing the Muslim world, including those related to gender, politics, human rights, and social justice. The analysis underscores the relevance and applicability of the companions' ijtihads in addressing these modern concerns. This study contributes to Islamic Studies by offering a deeper understanding of the nature and significance of ijtihad within Islamic jurisprudence. It reveals that the companions' ijtihads were characterized by a strong foundation in the Quran and Sunnah, a mastery of the Arabic language, and a comprehensive knowledge of legal and social contexts. They employed a range of methodologies, including analogy, public interest, and established principles of jurisprudence. The study concludes that the companions' ijtihads provide valuable insights and a framework for addressing contemporary issues in a manner aligned with the spirit and objectives of Islam. It emphasizes the importance of a contextualized understanding of ijtihad in addressing modern challenges and promoting the development of Islamic jurisprudence.

Keywords: : Ijtihad , Islamic Jurisprudence, Companions of the Prophet , Contemporary Issues in Islam, Legal Reasoning in Islam, Modern Islamic Challenges

Corresponding Author Email:
https://orcid.org/0000-0001-9665-3425

dr_abidashams@yahoo.com

تمہید

اسلام کی تاریخ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہے ان حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے فیض یاب ہو کر قرآن وسنت کو نہ صرف سمجھا بلکہ اس پر عمل کر کے آنے والی نسلوں کے لیے روشن مثالیں قائم کیں صحابہ کرام کے اجتہادات اسلامی قانون وفقہ کی بنیادوں میں سے ایک ہیں، جو بعد کے ادوار میں قانونی تشریحات اور استنباط میں رہنمائی فراہم کرتے رہے ہیں۔

صحابہ کرام کا اجتہاد اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ انہوں نے قرآنی آیات اور احادیث نبویہ کو وقت اور حالات کے تقاضوں کے مطابق کیسے نافذ کیا یہ اجتہادات فقہی مسائل سے لے کر معاشرتی اور سیاسی مسائل تک وسیع نوعیت کے ہیں اور دورِ نبوت کے بعد کے نئے حالات اور مسائل کا حل فراہم کرتے ہیں ان اجتہادات کا دائرہ ہر اس مسئلے تک پھیلا ہوا ہے جس میں قرآن وحدیث کے صریح نصوص نہ پائے جاتے ہوں، اور ان مسائل کو اسلامی اصولوں کے مطابق حل کیا گیا ہو۔

اس تحقیقی مطالعے کا مقصد منتخب صحابہ کرام کے اجتہادات کی نوعیت کو عصرِ حاضر کے مسائل کے تناظر میں سمجھنا ہے آج کے جدید دور میں انسان کو معاشرتی، سیاسی، اقتصادی، اور اخلاقی حوالوں سے جن مسائل کا سامنا ہے، ان میں رہنمائی کے لیے صحابہ کرام کے اجتہادات کو بنیاد بنا کر ان کا عملی اطلاق کیا جاسکتا ہے اس تحقیق کے ذریعے ہم یہ جان سکیں گے کہ صحابہ کرام کے اجتہادات کس حد تک آج کے دور میں ہمارے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہیں، اور کیسے ہم ان کی روشنی میں جدید مسائل کا اسلامی حل تلاش کرسکتے ہیں۔

یہ تحقیق اس کی اہمیت اور ضرورت کو واضح کرتی ہے، کہ اسلامی تعلیمات کے اصل اصولوں کو بنیاد بنا کر ہم صحابہ کرام کے اجتہادات سے استفادہ کرتے ہوئے عصرِ حاضر کے مسائل کا شرعی حل کس طرح دریافت کرسکتے ہیں۔

اجتہاد کا لغوی مفہوم:

"لفظ اجتہاد "افتعال" کے وزن پر ہے جس کا مادہ (ج ھ د) ہے۔ "الجھد" کا معنی مشقت اور "الجہد" کا معنی طاقت ہے"۔(1)

اور کلمہ اجتہاد کا لغوی معنی ہے:

"بذل الوسع والمجھود"۔ (2)

"اپنی پوری طاقت اور محنت صرف کرنا"۔

گویا عربی میں اجتہاد کا لفظ اسی جد وجہد کے لیے مستعمل ہے جس میں محنت شاقہ ہو۔

لہذا "اجتهد في حمل الرحاء "(چکی کا پاٹ اٹھانے کی کوشش کی) کہنا تو صحیح ہے مگر "اجتهد فی حمل خردلة" (رائی کا دانہ اٹھانے کی کوشش کی) کہنا قطعاً درست نہ ہو گا کیونکہ اس میں کلفت ومشقت ہی نہیں۔(3)

المعجم الوسیط میں ہے کہ،

" جَهَدَ: باب فَتَحَ يَفْتَحُ سے ہے جس کا مطلب کسی معاملے میں یا کسی کام میں بہت کوشش کرنا ہے۔ کہا جاتا ہے جَهَدَ فِي الأَمْرِ کسی معاملے یا کام میں بہت کوشش کرنا۔ اسی طرح جَهَدَ فَلَانًا یعنی بلغ مشقته یا کہتے ہیں کہ بیماری یا تھکان یا محبت نے اُس شخص کو لاغر اور دبلا کر دیا۔ جَهَدَهُ الْمَرَضُ أَو التعَبُ الحُبُّ ایسے ہی دودھ کا تمام مکھن، اس میں پانی ملا کر اور خوب بلو کر نکال لینے کیلئے بولتے ہیں جَهَدَ اللبَنَ یعنی مزجه بالماء و-أَخْرَجَ زُبْدَهٗ كله"۔(4)

اسی طرح اجتہاد کے متعلق صاحب منجد لکھتے ہیں کہ،

"جُهِدَ: پوری کوشش کرنا غمگین ہونا اور لاغر ہونا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے"۔(5)

اسی طرح اجتہاد کے متعلق صاحب لسان العرب لکھتے ہے کہ

"جهد الرجل إذا هُزِلَ آدمی نے اتنی کوشش کی کہ وہ دبلا ہو گیا۔ معروف نحوی سیبویہ اس کو اپنی طاقت بھر مطالبے سے تعبیر کرتے ہیں"۔(6)

اسی طرح اجتہاد کے متعلق صاحب منجد یہ بھی لکھتے ہے کہ،

"جَهِدَ: (بابِ سَمِعَ يَسْمَعُ) جَهَدًا- مشکل ہونا، تنگ ہونا تو جَهِدَ الْعَيْشُ زندگی کا تنگ ہونا، گزران کا مشکل ہونا"۔(7)

اجتہاد قرآن کی رو سے:

قرآن مجید میں لفظ "اجتہاد" کا استعمال تو نہیں ہوا البتہ اس کے مادہ (ج ہ د) کا استعمال ہوا ہے۔ "جَہد" کلمہ فتحہ کے ساتھ قرآن مجید میں چند مقامات پر آیا ہے۔ مثلاً

"وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ"۔(8)

"اور یہ لوگ خدا کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں۔"

اور ان پانچوں مقامات پر یہ مبالغہ کی حد تک قسم اٹھانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے(9)

اور "جہد" کلمہ ضمہ کے ساتھ قرآن مجید میں صرف ایک بار وارد ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ بعض صحابہ ﷺ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وَ الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ"۔ (10)

"اور وہ خرچ کرنے کو کچھ نہیں پاتے مگر اپنی طاقت کے مطابق خرچ کر دیتے ہیں"۔

یہاں لفظ "جہد" محنت و مشقت اور استطاعت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

اتَّقُوا اللہ وابتغوا اليه الوسيلة وجَاهِدُوا فِي سبيله ۔ (11)

"اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈنے کا ذریعہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جدوجہد کرو"۔

"وَجَاهِدُوا فِي الله حق جِهَادِهِ ۔ (12)

"اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے"۔

صاحب تفہیم القرآن لکھتے ہے کہ،

"یہاں جہاد کا لفظ محض قتال (جنگ) کے معنوں میں نہیں آیا بلکہ یہ لفظ جدوجہد اور کشمکش اور انتہائی سعی و کوشش کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ایسی جدوجہد جو اللہ کے کلمے کو بلند اور کفر والحاد کے کلمے کو پست کر دے"۔(13)

"وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ، إِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ"۔(14)

"جو شخص بھی مجاہدہ کرے گا اپنے ہی بھلے کیلئے کرے گا اللہ یقیناً دنیا جہان والوں سے بے نیاز ہے"۔

"وَإِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا"۔(15)

"اگر وہ دونوں تجھے مجبور کرنے کیلئے پورا زور بھی لگا دیں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسے (معبود) کو شریک ٹھہرائے جسے تو نہیں جانتا تو ان کی بات ہرگز نہ مان"۔

مندرجہ بالا آیہ کریمہ سورۃ العنکبوت میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے قبول اسلام کے بعد ان کی والدہ کی اس اپیل کہ اسلام میں ماں کا حق ادا نہ کرنا، اللہ کا حق ادا نہ کرنے کے مترادف ہے تو تو محمد ﷺ کو چھوڑ دے اور سابقہ دین جو کفر و شرک سے عبارت ہے، کی طرف واپس لوٹ آ"۔ کے جواب میں نازل ہوئی۔ اسی طرح سورہ لقمان میں حضرت لقمان کی اپنے بیٹے کو نصیحت کے طور پر اس کو نقل کیا گیا ہے۔

اجتہاد حدیث کی رو سے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود نہ صرف اجتہاد فرمایا بلکہ اجتہاد کرنے والوں کی حوصلہ افزائی بھی کی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"أَنِّي إِنَّمَا اقْضِي بينكم بِرَأْيِي فِيمَا لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيهِ"۔(16)

"میں ایسے معاملہ میں جس کے بارے میں مجھ پر کچھ نازل نہیں ہوا اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا"۔

اجتہاد کی اہمیت پر واضح دلیل یہ حدیث مبارکہ ہے:

"إذا حكم الحاكم فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أصابَ فله اجرانِ وَإِذَا حَكَمَ فَاجْتَهَدَ ثُمَّ أَخْطأَ فَلَه أَجْرٌ"۔ (17)

”حاکم جب اجتہاد کر کے فیصلہ کرے اور درست کیا تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر درست فیصلہ نہیں کیا تو ایک اجر ملتا ہے“۔

دوسری روایت میں ہے:

”إذا قَضَى القاضى فَاجْتَهَدَ فَأَصَابَ كانت له عشرة اجُورٍ وإذا قضى فَاجْتَهَدَ فأخطأ كان له أَجْرَان“۔(18)

”قاضی نے جب اجتہاد سے فیصلہ کیا اور درست کیا تو اس کو دس گنا اجر ملتا ہے اور اگر غلط فیصلہ کیا تو دو گنا اجر ملتا ہے“۔

اگر دیکھا جائے تو اجر و ثواب کا یہ تفاوت غالباً اجتہاد میں خلوص و محنت کے تفاوت کے لحاظ سے ہے۔ اور آئمہ کے نزدیک چونکہ اجتہاد کے اصلاً دو مواقع ہیں ایک تو یہ کہ جو مسائل موجود نہیں ہیں ان کا حل دریافت کرنا اور دوسرے جو مسائل موجود ہیں ان کا موقع اور محل متعین کرنا۔ اور اس فرق کو اجتہاد تام اور اجتہاد ناقص کہا جاتا ہے۔ اب دونوں صورتوں میں اجتہاد کی انتہائی غور و فکر کی طاقت درکار ہوتی ہے اور دونوں صورتوں میں فقیہ کا غور و فکر معتبر ہو گا۔ کیونکہ فقیہ کے لئے معاملہ فہمی و دینوی مصلحت شناسی ضروری ہے اس لئے اجتہاد کرنے والے کو اس کے اجتہاد کا اجر ضرور ملتا ہے۔ چاہے فیصلہ درست ہو یا غلط۔ اجتہاد کے ثبوت میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام میں اجتہادی قوت کی تصویب فرمائی۔

”عَنْ مُعاذ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حين بعثه إلى اليمن، فقال: ”كيف تصنع إن عرض لك قضاء؟ قال: أقضي بما في كتاب الله. قال: «فإن لم يكن في كتاب الله؟ قال: فبسنة رسول الله ﷺ. قال: فإن لم يكن في سنة رسول الله ﷺ؟ قال: أجتهد رأيي، لا آلو. قال: فضرب رسول الله ﷺ صدري، ثم قال: الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله لما يرضي رسول الله۔(19)

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جس وقت یمن کا حاکم بنا کر بھیج رہے تھے تو ان سے سوال کیا کہ جب کوئی فیصلہ تمہارے پاس آئے تو کیا کرو گے؟ عرض کیا کہ اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر اللہ کی کتاب میں نہ ہو تو؟ عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت میں نہ ہو تو؟ عرض کیا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کروں گا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم خوش ہوئے اور میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا اللہ تعالی کا شکر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے نمائندے کو اس بات کی توفیق دی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو پسندیدہ ہے“۔

اس حدیث پر بعض لوگوں نے ”سند کے لحاظ سے تنقید کی ہے جس کا جواب ابن عربی نے یوں دیا ہے کہ اگر روایتی معیار سے اس کو ضعیف تسلیم بھی کر لیا جائے تو درایتی معیار سے اسکا ضعف نہیں رہتا“۔(20)

اجتہاد کا اصطلاحی مفہوم:

علماء اصول فقہ نے اجتہاد کے لغوی معنی و مفہوم کو شامل کرتے ہوئے اس کی اصطلاحی تعریف میں مختلف الفاظ استعمال کیے ہیں چند ایک کا ذکر حسب ذیل ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”بذل المجتهد و سعه في طلب العلم بأحكام شرعية و الاجتهاد التام ان يبذل الوسع في الطلب بحيث يحس من نفسه بالعجز عن مزيد الطلب“ (21)

”(اجتہاد نام ہے) احکام شرعیہ جاننے کی طلب میں مجتہد کا اپنی تمام تر قوت و طاقت کے صرف کرنے کا۔ اور اجتہاد تام کا مطلب یہ ہے کہ اس (مجتہد) کا طلب احکام میں اس حد تک طاقت و کوشش صرف کرنا کہ اس سے مزید محنت و کوشش سے نفس عاجز ہو“۔

امام سیف الدین آمدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اصولیوں کی اصطلاح میں اجتہاد سے مراد ہے:

”الاجتهاد استفراغ الوسع في طلب الظن بشيء من الاحكام الشرعية على وجه يحس من النفس با لعجز عن المزيد فيه“۔ (22)

"اجتہاد نام ہے احکام شرعیہ کے جاننے کی طلب میں انتہائی حد تک اپنی کوشش بروئے کار لانے کا کہ نفس اس سے مزید کوشش کرنے سے عاجز ہو"۔

امام بیضاوی رحمہ اللہ اجتہاد کی تعریف میں لکھتے ہیں:

استفراغ الجهد في درك الاحكام الشرعية "۔ (23)

"اجتہاد شرعی احکام معلوم کرنے کے لیے پوری محنت و کوشش صرف کرنے کو کہتے ہیں"۔

علامہ زرکشی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

بذل الوسع في نيل حكم شرعی عملی بطريق الاستنباط"۔ (24)

"استنباط کے طریقے سے شرعی عملی حکم کے حصول کے لیے طاقت و محنت صرف کرنے کا نام اجتہاد ہے"۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ علماء کے کلام سے حقیقت اجتہاد جو سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ

"استفراغ الجهد في ادراك الاحكام الشرعية الفرعية عن ادلتها التفصيلية الراجعة كلياتها الى اربعة اقسام الكتاب والسنةوالاجماع والقياس "۔(25)

"شریعت کے فروعی احکام کو ان کے تفصیلی دلائل یعنی کتاب و سنت، اجماع اور قیاس سے سمجھنے کے لیے بھرپور کوشش کرنا"۔

موسوعہ کے مطابق:

"أما الأصوليُّونَ فَمِن أدقّ مَا عَرَفُوه بِهِ أَنه بَذْلُ الطَّاقَةِ مِنَ الْفَقِيهِ فِي تَحْصِيلِ حُكم شرعی ظنی "۔(26)

"اصولیین کے نزدیک اجتہاد کی دقیق تعریف یہ ہے کہ کسی فقیہ کی ظنی شرعی حکم کو حاصل کرنے کے لئے اپنی تمام تر قوت کو استعمال کرنا"۔

گویا کسی شرعی حکم کے حصول کی وہ کوشش جس کے لئے طاقت استعمال کی جائے اجتہاد کہلاتا ہے۔

اس طرح شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ عقد الجید میں اجتہاد کی اصطلاحی تعریف یوں کرتے ہیں:

"قوانین شرعیہ کی دریافت میں پوری محنت اور جدوجہد کرنا، یہ دریافت تفصیلی دلائل سے حاصل ہوتی ہے، ان دلائل کا مرجع کتاب و سنت، اجماع و قیاس ہیں"۔(27)

یعنی شرعی مسائل کے حل کی وہ کوشش جس کی بحث قرآن و سنت یا اجماع اور قیاس کے دلائل کی رو سے کی جائے اجتہاد کہلاتی ہے۔

1. حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اجتہادی منہج

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ میں غیر معمولی اجتہادی صلاحیت و بصیرت تھی آپ رضی اللہ کو خلیفہ بننے کے فوراًبعد ہی کئی طرح کے مسائل کا سامنا کرنا پڑا جن کا حل آپ ﷛ نے اپنی اجتہادی بصیرت سے امت کے سامنے پیش کیا، آپ رضی اللہ کا منہج اجتہاد بعض محققین علماء نے اختصار کے ساتھ یوں ذکر کیا ہے کہ

"آپ ﷛ کے سامنے جب کوئی حل طلب مسئلہ آتا تو آپ ﷛ سب سے پہلے قرآن مجید پر نظر ڈالتے اگر قرآن مجید سے واضح رہنمائی ملتی تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے لیکن اگر قرآن مجید سے رہنمائی حاصل نہ کر پاتے تو رسول اللہ ﷺ کی معلوم سنتوں پر غور و فکر کرتے رہتے، اگر سنت سے رہنمائی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے وگرنہ پھر آپ رضی اللہ کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷛ ممکن حد تک صحابہ ﷡ کو جمع کرتے اور ان سے پوچھتے کہ کیا وہ اس مسئلہ کے بارے میں رسول ﷺ کی کوئی حدیث جانتے ہیں"۔(28)

بسا اوقات صحابہ کرام ﷡ میں سے کوئی زیر بحث مسئلہ کے بارے میں حدیث پیش کر دیتا تو اس حدیث کے ملنے پر آپ رضی اللہ بہت زیادہ خوشی کا اظہار کرتے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بایں الفاظ ادا کرتے:

"الحمد لله الذي جعل فينا من يحفظ على نبينا"۔(29)

"ہر قسم کی تعریف اس اللہ کے لیے جس نے ہم میں ایسے اشخاص پیدا کیے جو ہمارے نبی ﷺ کے اقوال وافعال کو یاد رکھتے ہیں۔"

اور پھر اس حدیث کے مطابق فیصلہ سنادیتے۔

"لیکن اگر اس مسئلہ بارے کوئی حدیث بھی منصہ شہود پر نہ آتی تو پھر آپ رضی اللہ عنہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کرتے، باہم مشاورت کی جاتی اور پھر جس رائے پر تمام جمع ہو جاتے اس کے مطابق حضرت ابو بکر رضی اللہ فیصلہ جاری کر دیتے"۔(30)

ذیل میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ کا منہج اجتہاد تفصیلاً رقم کیا جاتا ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور قرآن مجید:

رسول اللہ ﷺ کے دنیا سے تشریف لے جانے کا صدمہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیوں کر برداشت کر سکتے تھے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کو تو یقین ہی نہ آرہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ انہیں داغ مفارقت دے جائیں گے۔

"حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے بہادر و شجاع اور حوصلہ مند شخص جذبات میں آکر اس بات کا اعلان کرتے ہیں میں کسی کو یہ کہتے ہوئے قطعاً نہ سنوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں، آپ ﷺ فوت نہیں ہوئے بلکہ بارگاہ الٰہی میں تشریف لے گئے ہیں جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چالیس راتوں کے لیے قوم سے دور (کوہ طور پر) چلے گئے تھے۔ واللہ! جو یہ سمجھتا ہے کہ آپ ﷺ فوت ہو گئے ہیں میں ان کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دوں گا"۔(31)

اس موقع پر یہ صرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے جو بڑی جرأت اور حوصلہ کے ساتھ اس بات کا اعلان کرتے ہیں:

"بأبي انت وأمى ، والله لا يجمع الله عليك موتين ، اما الموتة التي كتبت عليك فقد متها" ۔(32)

"میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، اللہ کی قسم! اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہ کرے گا، جو موت آپ کے لیے طے ہو چکی سو وہ آپ پر آچکی ہے"۔

لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے محض اسی پر اکتفانہ کیا کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے صدمہ کی شدت ہی کچھ ایسی تھی لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نے اس نازک ترین موقع پر باقاعدہ خطبہ دیا اور پھر آیات قرآنی سے استدلال کرتے ہوئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو رحلت نبوی کا یقین دلایا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اما بعد، من كان منكم يعبد محمدا ، فان محمدا قد مات ومن كان منكم يعبد الله فان الله حي لا يموت ، قال الله تعالى: وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئاً وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ " (آل عمران144:3)۔(33)

"حمد و ثنا کے بعد! تم میں سے جو شخص محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا تو (وہ سن لے) کہ محمد ﷺ تو بلاشبہ وفات پا چکے ہیں اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو (وہ جان لے) اللہ زندہ ہے اور اسے کبھی موت نہ آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، محمد ﷺ تو محض رسول ہیں بے شک آپ ﷺ سے پہلے بھی کئی رسول گزر چکے ہیں۔ کیا پس اگر آپ ﷺ فوت ہو جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو تم لوگ اپنی ایڑیوں پر پلٹ جاؤ گے (مراد مرتد ہو جاؤ گے) اور جو اپنی ایڑیوں پر پلٹ گیا تو وہ اللہ کو قطعاً کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا اور اللہ عنقریب شکر گزاروں کو جزا دے گا"۔

معلوم ہوا آپ رضی اللہ عنہ آیات قرآنی سے استدلال، استنباط احکام اور مسائل میں مجتہدانہ ملکہ رکھتے تھے۔(34)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ آیات سنیں تو انہیں رحلت نبوی پر یقین حاصل ہوا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو کہتے ہیں:

والله ما هو الا ان سمعت ابا بكر تلاها، فعقرت حتى ما تقلني رجلاي ، وحتى أهويت الى الارض حين سمعته تلاها ان النبي صلى الله عليه وسلم قدمات ۔(35)

"واللہ! جب میں نے ان آیات کی تلاوت کرتے ہوئے ابو بکر (رضی اللہ) کو سنا تو کانپنے لگا یہاں تک کہ میرے پاؤں بوجھل ہو گئے، جب میں نے انھیں ان آیات کی تلاوت کرتے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی ﷺ فوت ہو چکے ہیں تو میں تو زمین پر آ گرا۔"

اس نازک موقع پر آپ رضی اللہ عنہ کے قرآن مجید سے استدلال کرنے سے ہی وقتی طور پر ارتداد کی راہیں بند ہو گئی تھیں وگرنہ منافقین کو اپنی ریشہ دوانیوں اور ناپاک سرگرمیوں کا موقع مل جاتا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حدیث رسول:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ قرآن مجید کی طرح حدیث و سنت رسول کو بھی بنیادی مصدر شریعت سمجھتے تھے اور سنت رسول سے رہنمائی لیتے ہوئے پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کرتے تھے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ

"حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا کوئی بھی فیصلہ قرآن و سنت کے مخالف ثابت نہیں کیا جا سکتا"۔(36)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے حدیث و سنت سے رہنمائی لینے کے چند واقعات ذکر کیے جاتے ہیں۔

I. وفات رسول ﷺ کے مابعد یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ منصب خلافت پر کسے متمکن کیا جائے، مہاجرین و انصار میں سے ہر گروہ چاہتا تھا کہ امیر ان کی جماعت سے ہو یہاں تک کہ حضرت حباب بن منذر انصاری صحابی رضی اللہ نے کہا:

"منا امیر و منکم امیر "۔(37)

"ایک امیر ہم میں سے اور ایک آپ لوگوں میں سے بن جائے"۔

لیکن اس نازک موقع پر جناب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حدیث رسول "الأئمة من قريش "۔(38)

(ائمہ یعنی حکمران) قریش میں سے ہوں گے۔

پیش کرتے ہیں جس کے نتیجہ میں انصار نے اس حدیث کو قبول کرتے ہوئے اپنی رائے سے رجوع کر لیا جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ امام ابن التینؒ کا قول نقل کرتے ہیں:

"فلما سمعوا حديث "الائمة من قريش رجعوا عن ذلك وأذعنوا "۔(39)

"پس جب انھوں نے حدیث (الائمہ من قریش) سنی تو اپنی رائے سے رجوع کرتے ہوئے فوراً سر تسلیم خم کر دیا"۔

II. وفات رسول کے فوراً بعد دوسرا بڑا مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ،

"آپ ﷺ کو کسی جگہ دفن کیا جائے، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ آپ ﷺ کو آپ کے آبائی وطن مکہ میں دفن کیا جائے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ یہ سعادت مدینہ الرسول کے حصہ میں آنی چاہیے جبکہ ایک تیسری رائے یہ تھی کہ آپ ﷺ کو بیت المقدس لے جایا جائے اور وہاں آپ ﷺ کی تدفین عمل میں لائی جائے کیونکہ وہاں کئی دیگر انبیاء کرام بھی دفن ہیں"۔(40)

اس موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث پیش کی کہ،

"انه لم يدفن نبی قط الاحيث قبض "۔(41)

"نبی کو وہیں دفن کیا جاتا ہے جہاں وہ فوت ہوئے ہوں"۔

"اور یوں یہ اختلاف صحابہ فوراً ختم ہو جاتا ہے اور آپ ﷺ کو حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں دفن کیا جاتا ہے جہاں آپ ﷺ اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے تھے"۔(42)

III. کسی شخص کی وفات کے بعد اس کا ورثہ اس کے ورثاء میں تقسیم کرنے کے بارے میں فیصلہ:

"کسی شخص کی وفات کے بعد اس کا ورثہ اس کے ورثاء میں تقسیم کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دیا ہے"۔(43)

چنانچہ وفات رسول کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ورثہ ان کے اعزہ واقارب میں تقسیم کیا جائے مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان گرامی پیش کیا کہ،

"لا نورث ماتر كنا صدقة "۔(44)

ہمارا کوئی (مال وجائیداد کا) وارث نہیں ہوتا بلکہ ہم جو مال ومتاع چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہی ہوتا ہے۔"

"لہذا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کہ مطمئن ہو جاتی ہیں اور ورثہ رسول کے مطالبہ کے دعویٰ سے دستبر دار ہو جاتی ہیں "۔(45)

مذکورہ بالا واقعات اس بات کا کافی وشافی ثبوت ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے قرآن مجید کے ساتھ ساتھ حدیث رسول سے بھی رہنمائی لینے کو ضروری سمجھتے تھے حتی کہ اگر آپ رضی اللہ کو کسی مسئلہ بارے خود حدیث معلوم نہ ہوتی تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس بارے استفسار کرتے، مثلاً:

"آپ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا جاتا ہے کہ دادی اپنے پوتے کی میراث میں سے کتنا حصہ لے گی؟ چونکہ آپ رضی اللہ کو اس بارے حدیث معلوم نہ تھی تو آپ رضی اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ سوال کیا کہ کیا کسی کو اس بارے حدیث یاد ہے؟ چنانچہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بتلایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دادی کو پوتے کی میراث سے چھٹا حصہ دلوایا ہے یہ حدیث سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ نے اس کے مطابق فیصلہ کر دیا"۔(46)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور قیاس:

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اجتہادات میں ہمیں بعض مواقع پر اصول قیاس کے استعمال بارے بھی رہنمائی ملتی ہے کہ،

"آپ رضی اللہ عنہ نے میراث میں دادا کو باپ پر قیاس کرتے ہوئے اسے باپ ہی قرار دیا ہے "۔(47)

اجارہ کے درست ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اجرت ومعاوضہ معلوم ومتعین ہونا چاہیے،(48) لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ مزدور کو کھانے اور کپڑوں کے عوض مزدوری پر لگا لیتے تھے حالانکہ کھانا اور کپڑا دونوں معلوم اور متعین نہیں ہیں تو آپ رضی اللہ کے اس موقف کی توجیہ یہ ہے کہ شاید آپ رضی اللہ عنہ نے اسے دودھ پلانے کے لیے دایہ کو طعام ولباس کے عوض اجرت پر رکھنے پر قیاس کیا ہے۔(49) کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ"۔(50)

"اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے موافق باپ کے ذمہ ہو گا"۔

اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوۃ کے خلاف قتال کرتے وقت زکوۃ کو نماز پر قیاس کیا تھا"۔(51)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور شرائع ماقبلنا (سابقہ شرائع):

مذکورہ بالا صدیقی اجتہاد کے بارے میں ڈاکٹر محمد رواس نے ایک دوسری توجیہہ یہ کی ہے کہ شاید آپ رضی اللہ عنہ نے طعام ولباس کے عوض مزدور کو رکھنے کا یہ اصول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ قرآنی سے اخذ کیا ہو۔(52) کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی کھانے اور کپڑوں نیز شعیب علیہ السلام کی بیٹی سے نکاح ہو جانے کے عوض آٹھ برس تک شعیب علیہ السلام کے یہاں مزدوری کی تھی(53) اگر اس توجیہہ کو مانیں تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ آپ رضی اللہ نے "شرائع ما قبلنا" کو بھی حجت تسلیم کیا ہو گا بشرطیکہ اس کی منسوخی کی کوئی دلیل نہ ہو۔

2. حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اجتہادی منہج

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں چونکہ فتوحات کا ایک طویل سلسلہ جاری ہوا بے شمار علاقے سلطنت اسلامی کا حصہ بنے، کئی اقوام دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں لہذا کئی طرح کے نئے حل طلب مسائل منصہ شہود پر آئے اور ان کا حل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بتا کر امت کی رہ نمائی فرماتے رہے۔

آپ رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح سب سے پہلے قرآن مجید کی طرف رجوع فرماتے پھر سنت نبوی کی طرف مراجعت کرتے لیکن اگر کتاب وسنت میں اس مسئلہ بارے کوئی حکم نہ پاتے تو پھر عوام الناس سے پوچھتے کہ اس بارے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کوئی فیصلہ کیا ہو تو بتایا جائے لہذا اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ مل جاتا تو آپ رضی اللہ عنہ ان کے فیصلہ کو ہی اکثر جاری کر دیتے بصورت دیگر آپ رضی اللہ عنہ بھی کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کو جمع کرتے ان سے مشاورت کی جاتی اور پھر جس رائے پر متفق ہو جاتے اس کا اعلان کر دیا جاتا۔(54) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہادی منہج کے بالاختصار ذکر کے بعد اب یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منہج اجتہاد تفصیلاً لکھا جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور قرآن مجید:

ساری امت کا اس مسئلہ پر پہلے دن سے ہی اتفاق ہے کہ شریعت کا مصدر اول "قرآن مجید" ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے اولاً قرآن مجید کی طرف ہی رجوع کرتے تھے آپ رضی اللہ عنہ کے دور میں اراضی عراق و شام کی تقسیم کا ایک اہم مسئلہ پیش آیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک گروہ کی رائے یہ تھی کہ اسے فاتح فوج میں تقسیم کر دیا جائے جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور کئی دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مصالح عامہ کے پیش نظر رائے یہ تھی کہ مفتوحہ زمینوں کو ان کے اصل باشندوں کے پاس ہی رہنے دیا جائے۔(55)

کئی دنوں کی باہمی مشاورت اور بحث و تکرار کے بعد سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ درج ذیل آیت قرآنی سے استدلال پیش کرتے ہیں:

"وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ"۔(56)

"اور (ان کے لیے بھی) جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے (اور) دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے"۔

اس آیت سے قبل اللہ تعالیٰ نے مال فئے کے مصارف کا بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

"مَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ ۚ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ، لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ، وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"۔(57)

"جو مال خدا نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیہات والوں سے دلوایا ہے وہ خدا کے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اور (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے) قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور حاجت مندوں کے اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ جو لوگ تم میں دولت مند ہیں انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو اور خدا سے ڈرتے رہو بے شک خدا سخت عذاب دینے والا ہے (اور) ان مفلسان تارک الوطن کے لیے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کر دیے گئے ہیں (اور) خدا کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلبگار اور خدا اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں یہی لوگ سچے (ایمان دار) ہیں۔ اور (ان لوگوں کے لیے بھی) جو مہاجرین سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینے) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے اور جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور خلش) نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں، خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو، اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں"۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا استدلال یہ تھا کہ یہاں مہاجرین و انصار وغیرہ کو مستحق فئے بنایا گیا ہے اور پھر "وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ" کے الفاظ میں عطف کر کے بعد والوں کو بھی شامل کر دیا گیا ہے"۔(58)

لہذا قرآن مجید سے فاروقی رائے کو تائید و تقویت حاصل ہو گئی اور پھر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فاروقی موقف کو قبول کر لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حدیث رسول:

آپ رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے بعد حدیث کو حجت سمجھتے تھے اور حدیث رسول مل جانے پر کبھی اپنی رائے پر نہ جمے رہتے تھے بلکہ حدیث ملنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے کئی بار اپنی رائے سے رجوع بھی کیا، ذیل میں حدیث و سنت رسول کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کی عقیدت و وابستگی اور استنباطِ مسائل کی چند امثلہ ذکر کی جاتی ہیں۔

i. رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ صلح حدیبیہ سے اگلے سال عمرۃ القضاء کے لیے مکہ پہنچے تو طواف قدوم میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رمل چال (کندھے اٹھا کر تیز چال) چلنے کا حکم دیا تا کہ کفار پر رعب داب طاری ہو سکے کیونکہ اس وقت مشرکین مکہ بھی بیت اللہ کی ایک طرف بیٹھے ہوئے تھے"۔(59)

ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ بیت اللہ کا طواف کرنے لگے تو فرمایا:

"ہم رمل چال مشرکین کو دکھانے کے لیے چلے تھے اب تو اللہ نے مشرکین مکہ کو ہلاک کر دیا ہے گویا آپ رضی اللہ عنہ کا اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اب اس کی کوئی ضرورت تو نہیں رہی مگر پھر فرمایا:

شئی صنعه النبي صلى الله عليه وسلم فلا نحب ان نتركه"۔(60)

"وہ کام جو نبی سے تعلیم نے کیا ہوا اسے ترک کرنے کو ہم پسند نہیں کرتے۔"

ii. حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا درج ذیل قول حدیث و سنت واصحاب السنن سے عقیدت و محبت کا منہ بولتا ثبوت ہے، آپ رضی اللہ فرماتے ہیں کہ،

"سيأتي قوم يجادلونكم بشبهات القرآن فخذوهم بالأحاديث ، فان أصحاب السنن أعلم بكتاب الله"۔(61)

"عنقریب کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو تم سے قرآنی تشابہات کی بنا پر بحث مباحثہ کریں گے۔ تم لوگ احادیث رسول کے ساتھ ان کا مقابلہ کرنا کیونکہ کتاب اللہ کے سب سے بڑے عالم اصحاب سنن و حدیث ہیں"۔

iii. حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کبھی حدیث رسول کو رد نہیں کیا ہاں البتہ آپ رضی اللہ عنہ حدیث قبول کرنے میں تحقیق سے ضرور کام لیتے تھے لیکن جب حدیث پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی تو آپ رضی اللہ فوراً سر تسلیم خم کر دیتے تھے مثلاً مشہور واقعہ ہے کہ

"حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر تین بار دستک دی مگر جواب نہ ملا تو واپس چل دیے حضرت عمر رضی اللہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو واپس بلا کر کہا کہ آپ میری اجازت کے بغیر واپس کیوں روانہ ہو گئے تو حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ سے تعلیم کا فرمان گرامی ہی اس طرح ہے کہ تین بار دستک دو، جواب نہ ملنے پر واپس چلے آؤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں اس حدیث رسول بارے کسی اور صحابی نے گواہی نہ دی تو پھر تمہیں کوڑے ماروں گا؟ چنانچہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ کے حق میں صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے گواہی دی تو حضرت عمر رضی اللہ نے فوراً اسے قبول کر لیا"۔(62)

iv. جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوۃ کے خلاف قتال کا اعلان کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کلمہ گو سے قتال کیوں کر کیا جا سکتا ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان گرامی ہے:

امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوالا اله الا الله فاذا قالوالا اله الا الله عصموا منى دماء هم واموالهم الا بحقها "۔(63)

"جب تک لوگ لا الہ الا اللہ کا اقرار نہیں کر لیتے اس وقت تک مجھے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور جب وہ یہ اقرار کر لیں تو پھر ان کے جان ومال ماسوائے ان کے شرعی حق کے، محفوظ و مامون ہو جائیں گے"۔

مکمل واقعہ سے قطع نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حدیث پیش کرنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حدیث کو مصدر شریعت سمجھتے ہوئے اس سے رہنمائی لیتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صدیقی اجتہادات سے استفادہ:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرآن و حدیث سے رہنمائی نہ پانے کی صورت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اجتہادی فیصلہ کے متلاشی ہوتے تھے،

"اگر زیر بحث مسئلہ بارے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ معلوم ہو جاتا تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے"۔(64)

مثلاً ایک موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

"لا اردشیئاً صنعه ابو بکر"۔(65)

"جو کام ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کیا ہو میں اسے رد نہیں کر سکتا"۔

لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کو اس وقت اختیار کرتے جب اسے مناسب حال سمجھتے۔ لہذا بعض اوقات آپ رضی اللہ عنہ نے ان کے اجتہادات کو اختیار نہیں بھی کیا ہے، جس کے لیے درج ذیل امثلہ پر غور کیا جا سکتا ہے۔

(i) "عیینہ بن حصین رضی اللہ عنہ اور اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ دونوں کو عہد نبوت اور عہد صدیقی کی ابتدا میں تالیف قلبی کے طور پر اموالِ زکوۃ سے حصہ ملتا رہا ایک دفعہ انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے زمین کا کوئی ٹکڑا اپنے لیے مانگا، آپ رضی اللہ عنہ نے عطا کر دیا اور ایک تحریر بھی لکھ دی یہ تحریر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دکھائی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر مٹادی اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تم دونوں کی تالیفِ قلب کرتے تھے تو اس وقت اسلام کمزور تھا لیکن اب تم دونوں جاؤ اور اپنی محنت و کوشش سے کماؤ"۔(66)

یہاں آپ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ صدیقی کو بوجوہ قبول نہیں کیا ہے۔

(ii) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بذات خود حضرت عمر رضی اللہ کو اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا۔(67) آپ رضی اللہ عنہ کا یہ اسوہ حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے سامنے تھا مگر آپ رضی اللہ عنہ نے خود خلیفہ نامزد و مقرر کرنے کی بجائے چھ اصحاب کی مجلس شوریٰ مقرر کر دی کہ وہ اپنے میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لیں اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اگر میں اپنا جانشین نامزد کر کے جاؤں تو مجھ سے پہلے جو مجھ سے بہتر تھے (یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ انہوں نے اپنا جانشین نامزد کیا تھا اور اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کر کے نہ جاؤں تو مجھ سے پہلے جو ہم سب سے بہتر تھے (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) لیکن انہوں نے بھی اپنا جانشین مقرر نہ کیا تھا"۔(68)

خلاصہ کلام یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدیقی اجتہادات. سے استفادہ ضرور کیا ہے بالخصوص ان کے اجتہادی منہج اور طریق کار سے فائدہ اٹھایا ہے لیکن ایسا قطعاً نہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے صدیقی اجتہادات کو قرآنی یا حدیثی نصوص کی حیثیت دے دی ہو"۔(69)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور قیاس:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بعض مواقع پر اصول قیاس سے بھی کام لیا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو جو خط لکھا اس میں بھی انہیں قرآن و سنت میں حکم نہ ملنے کی صورت میں قیاس کرنے کی بایں الفاظ تلقین کی:

الفهم الفهم فيما يختلج في صدرك مما لم يبلغك في الكتب والسنه واعرف الامثال والا شباه ثم قس الامور عند ذلك فاعمد الى احبها عند الله عز وجل واشبهها بالحق فيما ترى"۔ (70)

"جس مسئلہ بارے کتاب و سنت کی رہنمائی آپ تک نہیں پہنچ سکی اور وہ مسئلہ آپ کی دلی تشویش کا باعث ہے تو اس بارے گہرے غور و خوض سے کام لو ور اس مسئلہ کی نظائر (کتاب و سنت میں) تلاش کرو پھر ان نظائر و امثال پر اس مسئلہ کو قیاس کرو اور وہ فیصلہ جو تمھاری نظر میں اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہو اور حق کے قریب محسوس ہو تو اسے اختیار کر لو"۔

یہاں آپ رضی اللہ عنہ نے نہ صرف حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ کو بوقت ضرورت قیاس کرنے کی تلقین کی بلکہ قیاس کے چند اصول وضوابط کی طرف بھی رہنمائی کر دی ہے مثلاً ایک یہ کہ قیاس اس وقت کیا جائے گا جب کسی مسئلہ کا حکم شرعی کتاب و سنت میں موجود نہ ہو دوسرا اصول یہ ہے کہ مقیس و مقیس علیہ میں کوئی علت مشترک ہو جس کی طرف اشارہ "اعرف الامثال والاشباہ" کے الفاظ سے مترشح ہوتا ہے"۔ (71)

ذیل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قیاس کرنے کی چند امثلہ ذکر کی جاتی ہیں:

i. وفات رسول ﷺ کے بعد سقیفہ بنو ساعدہ میں جب خلیفہ کی تقرری بارے اختلاف ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی پیش کرتے ہوئے قیاسی استدلال بھی پیش کیا تھا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہمارے دینی معاملات کا امین بناتے ہوئے امامت صلوٰۃ کا حکم دیا تھا لہذا وہی ہمارے دنیوی معاملات (خلافت مراد ہے) کے بھی امین ہونے چاہیں"۔ (72)

ii. آپ رضی اللہ کے عہد خلافت میں ایک دفعہ بہت سخت قحط پڑا جس کے نتیجہ میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ بعض لوگوں نے مجبور ہو کر چوری کی وارداتیں بھی کیں لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے مجبوری و قحط سالی کی بنا پر چوری کرنے والوں پر حد سرقہ نہیں لگائی"۔ (73)

تو یہ دراصل آپ رضی اللہ کے قیاس کا کا نتیجہ تھا۔ قرآن مجید میں مضطر شخص کو بامر مجبوری مردار اور سور وغیرہ کھانے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ (74) حالانکہ عام حالات میں وہ حرام ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے ایسے مجبور شخص پر ہی عام المجاعۃ (زمانہ قحط) کے چوروں کو قیاس کیا اور ان سے حد ساقط کر دی۔ (75)

iii. "رسول اللہ ﷺ نے کفار سے جہاد و قتال کے موقع پر حد سرقہ لگانے سے منع کیا تھا(76) مبادا کہ وہ محدود شخص کفار سے جا ملے اور انہیں مسلمانوں کے خفیہ راز جا کے بتائے(77) آپ ﷺ نے صرف حد سرقہ لگانے سے منع کیا تھا مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حد سرقہ پر قیاس کرتے ہوئے باقی حدود کے نفاذ سے بھی منع کر دیا"۔(78)

3. حضرت عثمان غنیؓ کا اجتہادی منہج

حضرت عثمان رضی اللہ بن عفانؓ سے حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ نے یہ عہد لیا تھا کہ،

"اگر وہ خلیفۃ المسلمین بنا دیے جائیں تو انہیں پہلے دونوں خلفاء کے نقش قدم پر ہی چلنا ہو گا"۔(79)

لہذا آپؓ (ابو بکرؓ اور عمرؓ) کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے دور میں پیش آمدہ مسائل کا حل سابقہ خلفاء کی طرح سب سے پہلے قرآن وحدیث سے ہی کرتے ہیں، ذیل میں اس کی تفصیلی امثلہ ذکر کی جاتی ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور قرآن مجید:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قرآن مجید سے تعلق کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپؓ کے بارے مروی ہے کہ،

"آپ رضی اللہ عنہ ایک ایک رات میں اور صرف ایک رکعت میں مکمل قرآن مجید کی تلاوت کر لیا کرتے تھے"۔(80)

جب آپ رضی اللہ عنہ کا قرآن مجید سے اس قدر شغف تھا تو آپؓ قرآن مجید سے رہنمائی کیوں نہ لیتے، آپؓ نے کئی مواقع پر دلیل کے طور پر قرآنی آیات کو پیش کیا۔

ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص کی ملکیت میں دو ایسی لونڈیاں ہوں جو سگی بہنیں ہوں تو کیا وہ دونوں اپنے مالک کے لئے بیک وقت حلال ہوں گی؟ تو آپ رضی اللہ نے فرمایا کہ ایک آیت کی رو سے تو یہ دونوں حلال ہیں اور ایک دوسری آیت کی رو سے دونوں کا بیک وقت جمع کرنا حرام ہے(3) آپ رضی اللہ عنہ کا اشارہ درج ذیل دو آیات کی طرف تھا:

"وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حٰفِظُونَ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ "۔(81)

"اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، مگر اپنی بیویوں یا (کنیزوں سے) جو ان کی ملک ہوتی ہیں"۔

اس آیت سے مملوکہ لونڈیاں خواہ کوئی بھی ہوں حلال ٹھہرتی ہیں مگر دوسری آیت:

"و ان تَجْمَعُوا بَيْنَ الاخْتَيْنِ"۔(82)

"اور دو بہنوں کو اکٹھا کرنا بھی (حرام ہے۔)"۔

اس آیت دو سگی بہنوں کے اجتماع کی حرمت کا علم ہوتا ہے خواہ وہ آزاد ہوں یا لونڈیاں، مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواز و عدم جواز میں اشتباہ ہونے پر احوط رائے اختیار کرتے ہوئے بیک وقت دو سگی بہنیں جو ایک ہی آقا کی لونڈیاں ہوں ان سے مالک کے استمتاع کو حرام قرار دیا۔(83)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ جہاں آپ رضی اللہ عنہ حسب ضرورت قرآنی آیات سے استنباط و استدلال کرتے تھے وہاں اجتہاد و فتویٰ کی نزاکتوں کو بھی سمجھتے تھے، مشتبہ امور میں حرمت کے پہلو کو غالب کر کے اپنا دامن بچا لینے کی بذات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بایں الفاظ تاکید کی ہے:

"ان الحلال بين وان الحرام بين وبينهما مشتبهات لا يعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات فقد استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام "۔(84)

"بلا شبہ حلال اور حرام واضح ہو چکے ہیں البتہ ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ امور ہیں جنھیں اکثر لوگ نہیں جانتے جو شخص ان مشتبہ امور سے بچ گیا تو اس نے تو اپنا دین اور عزت بچالی مگر جو شخص ان میں واقع ہو گیا تو وہ حرام میں بھی واقع ہو جائے گا"۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حدیث رسول:

آپ رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے بعد حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حجت سمجھتے تھے اور کسی مسئلہ میں حدیث ملنے پر اسی کے مطابق عمل پیرا ہو جاتے تھے مثلاً:

"ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ عبد اللہ بن ولید رضی اللہ عنہ عمرہ کی نیت سے مکہ روانہ ہوئے مگر راستے میں حالت احرام میں ہی فوت ہو گئے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کی تکفین اس طرح کی کہ نہ تو ان کا سر ڈھانپا اور نہ ہی انہیں خوشبو لگائی"۔(85)

ڈاکٹر رواس قلعہ جی لکھتے ہیں کہ، دراصل اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے عہد نبوی کے اس واقعہ سے استشہاد کیا ہو گا جس میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حالت احرام میں فوت ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا تھا کہ،

"اس کو پانی میں بیری کے پتے ابال کر غسل دیا جائے اور اسے احرام کی دو چادروں میں ہی کفن دیا جائے نیز اسے نہ تو خوشبو لگائی جائے اور نہ اس کا سر ڈھانپا جائے کیونکہ قیامت کے روز یہ شخص اپنی قبر سے تلبیہ پڑھتے: ہوئے ہی اٹھے گا"۔(86)

آپ رضی اللہ عنہ کا مذکورہ عمل تجہیز و تکفین مذکورہ بالا حدیث کے مطابق تھا اگرچہ اس واس وقت آپ رضی اللہ عنہ نے حدیث کو بیان نہیں کیا کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ اکثر و بیشتر روایت حدیث سے احتراز کرتے تھے، چنانچہ ایک موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے کثرت سے احادیث نہ روایت کرنے کی وجہ بایں الفاظ ذکر کی تھی:

"مجھے جو چیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرنے سے روکتی ہے وہ یہ نہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ باخبر ساتھیوں میں سے نہیں ہوں بلکہ یہ ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ،من قال على مالم أقل فقد تبوأ مقعده من النار"۔(87)

"جس نے میری طرف کوئی بات منسوب کی حالانکہ میں نے وہ نہیں کی تو ایسے شخص نے اپنا ٹھکانہ جہنم کی آگ بنا لیا"۔

معلوم ہوا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حدیث بارے مبلغِ علم دیگر صحابہ کرامؓ سے کم نہ تھا مگر شدت احتیاط کی بنا پر روایت کم نقل کرتے تھے جبکہ حدیث سے رہنمائی بوقت ضرورت لیتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ اور شیخین (ابو بکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ) کے اجتہادات سے استفادہ:

منصب خلافت پر فائز و متمکن ہونے کے وقت آپ رضی اللہ عنہ سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ،

"آپؓ اپنے پیش رو خلفاء یعنی حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے نقش قدم پر چلیں گے"۔(88)

چنانچہ آپؓ نے اس عہد کی پاسداری کی، یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں زیادہ تر اندرونی خلفشار پیدا ہوا اور مسائل زیادہ تر ایسے تھے جن کا تعلق مسلم ریاست کے اندرون سے تھا جن کو آپؓ نے کمال حکمت و دانائی سے حل کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مسلم ریاست کے بہت زیادہ وسیع ہو جانے اور دیگر اقوام و ملل کے قبول اسلام سے بہت سارے نئے مسائل منظر عام پر آئے جنہیں آپ رضی اللہ عنہ نے روح شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے حل کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس دنیا سے جب تشریف لے گئے تو گویا خلافت راشدہ اپنے نقطہ عروج پر تھی اسلامی ریاست کی انتظامی بنیادیں بڑی حد تک مستحکم ہو چکی تھیں اور حکومت کے مختلف انتظامی ادارے پوری طرح کام کر رہے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو نسبتاً کم ہی نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑا لہذا آپ رضی اللہ عنہ نے سابقہ خلفاء کے بیشتر اجتہادات کو ہی نافذ و برقرار رکھنے میں مصلحت سمجھی چنانچہ ڈاکٹر محمد رواس قلعہ جی لکھتے ہیں:

"جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو اس وقت جزیہ کا نظام مستحکم ہو چکا تھا لہذا آپ رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں ان سارے اداروں کو برقرار رکھا جو ان کے پیش رو خلفاء حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اس مقصد کے لیے قائم کر رکھے تھے"۔(89)

زخم موضحہ (وہ زخم جو ہڈی تک پہنچ کر اسے نمایاں کر دے) اگر کسی شخص کی وجہ سے کسی دوسرے فرد کو بلا قصد لگ جائے تو اس بارے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اجتہاد سے دیت کا فیصلہ کیا تھا۔(90) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں فاروقی فیصلہ کو برقرار رکھا اور اس کے مطابق عمل کیا۔(91)

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ایک مسلم شخص فوت ہو تو اس کے وارث مسلمان رشتہ دار ہوں گے کافر رشتہ دار محروم کر دیے جائیں گے۔(92) لیکن اگر فوت شدہ شخص کی وراثت تقسیم نہ ہو سکی اور اس کے کافر رشتہ داروں میں سے کوئی مسلمان ہو جاتا ہے تو کیا وہ اب ورثاء میں شامل ہو گا یا نہیں؟ اس بارے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اجتہادی فیصلہ یہ ہے کہ اگر وہ تقسیم وراثت سے پہلے مسلمان ہو جاتا ہے تو وارث ہو گا لیکن اگر وہ تقسیم وراثت کے بعد مسلمان ہو تو وارث نہ ہو گا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے دور میں اس مسئلہ میں فاروقی اجتہاد کو ہی اختیار کیا۔(93)

لیکن اگر آپ رضی اللہ عنہ نے صدیقی و فاروقی اجتہادات کو اختیار کرنے میں مصلحت نہ سمجھی تو ان کے اجتہاد کی بجائے خود اجتہادی فیصلہ کر کے امت کے لیے رہنمائی کا سامان بہم پہنچایا مثلاً حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کے لئے منبر کی اس سیڑھی سے جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تھے، ادباً نیچے والی سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ دونوں کا ادب و احترام کرتے ہوئے اس سے بھی نیچے والی سیڑھی پر کھڑے ہوتے تھے لیکن جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ،

"اس طرح تو یہ سلسلہ طویل سے طویل تر ہوتا چلا جائے گا لہذا آپ رضی اللہ عنہ نے اس سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تھے"۔(94)

اس موقع پر اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے سابقین کا طرز عمل اختیار کرتے ہوئے مزید نیچے کھڑے ہوتے تو آئندہ آنے والوں کے لیے کس قدر دشواری پیدا ہو جاتی، اس کا اندازہ لگانا کوئی مشکل نہیں، یقیناً اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے کمال حکمت و دانائی کا مظاہرہ کیا ہے۔

شیخین کا ایک طرز عمل یہ بھی تھا کہ وہ اگر قرآن وحدیث سے رہنمائی حاصل نہ کر پاتے تو ممکن حد تک صحابہ کرامؓ کو جمع کرتے اور ان کے سامنے صورت مسئلہ پیش کر کے ان کی آراء بھی لیتے اور پھر بالآخر جس رائے پر اتفاق ہو جاتا اسے جاری و ساری کر دیتے(95) عام طور پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے یہ مشہور ہے کہ چونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں اہل علم صحابہ کرامؓ دین اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے اسلامی ریاست کے چہار جانب پھیل گئے تھے لہذا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مشاورتی اجتہاد کے مواقع نہ مل سکے، مگر یہ بات کلی طور پر درست نہیں ہے کیونکہ بعض ایسے شواہد اور دلائل موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی کئی مواقع پر مشاورتی انداز میں اجتہاد کیا ہے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے امام بیہقیؒ روایت کرتے ہیں:

"حضرت عثمان رضی اللہ کا معمول یہ تھا کہ جب ان کے پاس دو فریق کوئی مقدمہ لے کر آتے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک فریق سے کہتے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کو بلا لائیں اور دوسرے سے کہتے کہ وہ طلحہ و زبیر اور دیگر صحابہ کرامؓ کو بلا لائیں، جب وہ حضرات آجاتے تو آپ رضی اللہ عنہ دونوں فریقوں سے کہتے کہ وہ اب اپنا مقدمہ پیش کریں، پھر آپ رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرامؓ سے متوجہ ہو کر پوچھتے کہ ان کی اس بارے کیا رائے ہے؟ اگر ان کی رائے حضرت عثمانؓ رائے کے مطابق و موافق ہوتی تو فوراً اس کے مطابق فیصلہ فرما دیتے بصورت دیگر اس معاملہ پر بعد میں مزید غور و فکر کرتے۔(اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ) دونوں فریق جب وہاں سے اٹھتے تو فیصلے کو تسلیم کر چکے ہوتے"۔(96)

آپؓ کے بارے ثابت ہے کہ آپ نے حمیل(97) اور اسے لانے والی عورت کے درمیان وراثت جاری ہونے بارے صحابہ کرامؓ سے مشاورت کی اور پھر آپؓ نے اپنی رائے کا بھی اظہار کیا۔(98)

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد عثمانی میں باقاعدہ طور پر مجلس شوریٰ موجود تھی جیسا کہ حضرت عمر فاروقؓ کے شہید ہو جانے کے بعد جب آپؓ کے بیٹے عبید اللہ بن عمر نے ہیجانی وجذباتی کیفیت میں ہرمزان، جفینہ اور ابولولوء کی بیٹی کو قتل کر دیا تو حضرت عثمانؓ نے عبید اللہ بن عمر کا معاملہ اپنی مجلس شوریٰ کے سامنے یہ کہتے ہوئے رکھا:

"اشیروا علی فی هذا الرجل الذي فتق في الاسلام ما فتق يعني عبيد الله بن عمر "۔(99)

"مجھے اس نوجوان (عبید اللہ بن عمر) کے بارے مشورہ دو جس نے حالت اسلام میں یہ قتل کر ڈالا ہے"۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ نے شیخین کے طرز عمل کو اختیار کرتے ہوئے مشاورتی اجتہاد بھی کیا ہے البتہ آپؓ کے شروع دور میں تو بکثرت مشاورتی اجتہاد ہوتا رہا مگر آخر دور میں جب کبار واہل علم صحابہ کرامؓ منتشر ہو گئے تو پھر مشاورتی اجتہاد کے زیادہ مواقع میسر نہ آ سکے جیسا کہ استاد زرقاء لکھتے ہیں:

"لکنهم تفرقوا بعد ذلك اواخر خلافة عثمان في الامصار "۔(100)

"لیکن اس کے بعد خلافت عثمانی کے اواخر میں وہ (کبار صحابہ واہل علم اصحاب) مختلف شہروں میں منتشر ہو گئے"۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور قیاس:

حضرت عثمان رضی اللہ کا جمعہ کے روز مروج اذان سے قبل ایک اذان کا اجراء بعض ناگزیر حالات کے پیش نظر تھا جس میں لوگوں کی مصلحت ہی مقصود تھی اور اس نئی اذان کی حیثیت وہی تھی جو اذانِ فجر سے قبل دی جانے والی اذان کی تھی۔(101) جس کے بارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

"ليرجع قائمكم و ينبه نائمكم"۔(102)

"تاکہ جو قیام کرنے والے ہیں وہ (آرام کے لیے) پلٹ جائیں اور جو سوئے ہوئے ہیں وہ بیدار ہو جائیں"۔

لہذا یہ نئی اذان بھی محض لوگوں کو خبردار کرنے کے لئے تھی جبکہ اذان کی مشروعیت کا سبب بھی یہی ہے کہ لوگوں کو نماز کے وقت کے شروع ہونے کے بارے میں خبر دی جائے اور جماعت میں شرکت کی دعوت دی جائے۔(103)

لہذا بجا طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے یہاں اصول قیاس سے کام لیا ہے اسی لیے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

تبين ان عثمان احدثه لاعلام الناس بدخول وقت الصلوة قياسا على بقية الصلوات فالحق الجمعة بها وابقى خصوصيتها بالاذان بين يدى الخطيب"۔(104)

"(اس سے) واضح ہوا کہ عثمانؓ نے نماز جمعہ کے وقت بارے لوگوں کو آگاہ کرنے کے لیے اس اذان کا اجرا کیا جو دراصل فرض نمازوں کی اذان پر قیاس کرتے ہوئے کیا تھا (اس پہلو سے) جمعہ کو ان نمازوں کے ساتھ تو ضرور ملایا مگر جمعہ کی اس خصوصیت کو بھی باقی رکھا کہ مقررہ اذانِ جمعہ خطیب کے سامنے ہی کہی جائے"۔

ڈاکٹر عبد اللہ محفوظ بھی لکھتے ہیں کہ،

"آپؓ نے یہ اذان، اذانِ فجر سے قبل دی جانے والی اذان پر قیاس کرتے ہوئے مقرر کی جس طرح اذانِ فجر سے قبل کی اذان کا مقصد حدیث مذکورہ کے مطابق محض اعلام تھا اسی طرح اس کا مقصد بھی محض اعلان و اعلام ہی تھا"۔(105)

4. حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اجتہادی منہج

حضرت علیؓ کا علمی مقام ومرتبہ کسی سے پوشیدہ نہیں یہ ایک حقیقت ہے کہ آپؓ کو اجتہادی صلاحیت اور فہم وبصیرت کا وافر حصہ اللہ رب العلمین کی طرف سے ملا تھا جس کی برکت سے آپؓ کے لیے مسائل کا ادراک کرنا، اس کے مالہ وماعلیہ کو جاننا چنداں مشکل نہ رہا تھا آپؓ کس منہج پر اجتہاد کرتے رہے اس بارے ڈاکٹر طٰہ جابر العلوانی بیان کرتے ہیں:

"آپؓ کے سامنے جب کوئی قضیہ آتا یا آپؓ سے کسی مسئلہ بارے استفتاء کیا جاتا تو آپؓ کتاب اللہ پھر سنت رسول اللہ سے رہنمائی حاصل کرتے اسی طرح آپؓ نے قیاس، استصحاب حال، استحسان اور مقاصد شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے استصلاح (مصالح مرسلہ) سے بھی کام لیا ہے"۔(106)

اور اب حضرت علیؓ کا اجتہادی منہج قدرے تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور قرآن مجید:

حضرت علی رضی اللہ کا قرآن مجید بارے مبلغ علم کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک موقع پر آپؓ نے بذات خود ارشاد فرمایا:

"اللہ کی قسم جو بھی آیت قرآنی نازل ہوئی ہے میں ہر ایک کے بارے جانتا ہوں کہ وہ کسی پس منظر میں، کہاں، کس مقام پر اور کسی شخص کے بارے میں نازل ہوئی ہے"۔(107)

لہذا آپؓ کے لیے قرآن مجید سے رہنمائی لینا یقیناً بہت سہل و آسان ہو گا ایک دفعہ آپؓ نے نوجوانوں کے ایک گروہ کو نرد (شطرنج) کھیلتے ہوئے دیکھا تو آپؓ نے فرمایا:

"یہ عجم کی جوئے بازی (میسر) ہے جیسا کہ پانسہ (ازلام) عربوں کی جوئے بازی تھی"۔(108)

یہاں آپؓ کا اشارہ قرآن مجید کی درج ذیل آیت کی طرف تھا:

إِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَ الْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ "۔(109)

"شراب اور جوا اور بت اور پانسے یہ (سب) ناپاک کام اعمال شیطان سے ہیں سو ان سے بچتے رہنا تا کہ نجات پاؤ"۔

بظاہر "المیسر" کے لفظ میں عرب میں مروجہ جوئے کی تمام صورتیں تو حرام قرار پائی ہی تھیں حضرت علیؓ کے مذکورہ بالا اجتہاد سے واضح ہوا کہ جوئے کی تمام صورتیں خواہ عرب کی ہوں یا عجم کی، وہ اسی آیت کے تحت حرام قرار پاتی ہیں حضرت علیؓ کے اس اجتہادی فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا محمد حنیف ندوی لکھتے ہیں:

آثار صحابہؓ سے اس حقیقت کا پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ صرف اجمالاً معنی کی اہمیت سے آگاہ تھے بلکہ اس تفصیل سے بھی اچھی طرح باخبر تھے کہ اس کے پورے پورے اور دوررس مقتضیات کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے اور یہ جاننا بھی لازمی ہے کہ اس میں کوئی علت ولزوم تو پنہاں نہیں اور اس کے کچھ اور اطلاقات بھی ہو سکتے ہیں یا نہیں"۔(110)

حضرت علیؓ کو قرآن مجید سے استشہاد اور استنباط کی کس قدر غیر معمولی صلاحیت ومہارت حاصل تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب خوارج نے آیت: اِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلهِ،(111) (سن رکھو کہ خدا کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے۔) سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ اللہ کے سوا کسی کو فیصلہ کرنے کا حق حاصل نہیں تو آپؓ نے انہیں قرآن مجید ہی کی ایک آیت کے ساتھ جواب دے کر لاجواب کر دیا:

آپؓ نے آیت: وَ إِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ وَ حَكَمًا مِنْ اَهْلِهَا،(112) (اور اگر تم کو معلوم ہو کہ میاں بیوی میں ان بن ہے تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو) کی تلاوت کر کے فرمایا کہ اللہ رب العالمین نے زوجین میں اختلاف ہونے پر حکم بنانے کی اجازت دی ہے تو جب امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اختلاف ہو تو حکم بنانا جائز کیوں نہ ہو؟ کیا ساری امت محمد کی حیثیت اللہ کی نگاہ میں ایک عورت اور مرد سے بھی کم ہے؟"۔(113)

حمل (Pregnancy) کی اقل مدت حضرت علیؓ نے قرآن مجید کی دو آیات سے استدلال کے ساتھ چھ ماہ بتائی ہے حضرت علیؓ کے اس استدلال کا پس منظر کچھ اس طرح سے ہے کہ عہد فاروقی میں ایک عورت کے یہاں چھ ماہ بعد ہی بچہ کی پیدائش ہو گئی تو حضرت عمرؓ نے اسے رجم کرنے کا ارادہ فرمایا اس بارے حضرت علیؓ کو علم ہوا تو آپؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اس عورت پر حد نہ لگنے کا ایک عذر موجود ہے۔، حضرت عمرؓ کے استفسار پر آپؓ نے بتایا کہ،

"اللہ تعالیٰ نے حمل اور دودھ پلانے کی کل مدت تیس ماہ بیان کی ہیں، آیت: وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا(114) (اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا ڈھائی برس میں ہوتا ہے) میں بتائی ہے اور ایک دوسری آیت: وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ

أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ(115)(اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں) میں صرف دودھ پلانے کی کل مدت دو سال (چوبیس ماہ) بتائی ہے لہذا اس سے خود بخود یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حمل کی اقل مدت چھ ماہ ہے۔ حضرت علیؓ کے اس محیر العقول استدلال پر حضرت عمرؓ نے اس عورت سے حد کا نفاذ روک دیا"۔(116)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حدیث رسول ﷺ:

حضرت علیؓ کا حدیث بارے کس قدر وسیع علم تھا اس بارے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بایں الفاظ گواہی دیتی ہیں:

"اما انه لاعلم الناس بالسنة "۔(117)

"یاد رکھو! وہ (علیؓ) لوگوں میں سے سب سے زیادہ سنت رسول ﷺ کے عالم ہیں"۔

حضرت علیؓ کے یہاں سنت نبوی شریعت کا جزو لازم ہے جس کا اظہار آپؓ نے ایک دفعہ اپنے ایک سرکاری لیٹر (presidential letter) بنام اہل مصر میں بایں الفاظ کیا:

"خبر دار! ہم پر تمہارا جو حق ہے وہ یہ ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کریں اور اس کے احکام تم پر نافذ کریں اور سنت رسول اللہ کا اجراء کریں اور تمہاری غیر موجودگی میں تمہارے خیر خواہ رہیں، حقیقی مددگار اللہ ہی ہے اور وہی ہمارے لیے کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے"۔(118)

حضرت عمرؓ ایک دیوانی و مجنونہ عورت پر حد زنا نافذ کرنے لگے تو یہ حضرت علیؓ ہی تھے جنہوں نے حضرت عمرؓ کو وہ حدیث پیش کی تھی جس میں ہے کہ،

تین قسم کے افراد مرفوع القلم ہیں جن میں سے ایک مجنون و پاگل بھی ہے، لہذا حضرت عمرؓ نے اس مجنونہ کو حد سے بری کر دیا تھا"۔(119)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سابقہ خلفاء کے اجتہادات سے استفادہ:

حضرت علیؓ کے اجتہادات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ سابقہ خلفاء راشدین کے اجتہادات سے بھی استفادہ کرتے رہے لہذا کبھی تو ان کی رائے کو ہی اختیار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور کبھی اس میں بوجوہ کچھ تبدیلی کی ضرورت محسوس کی تو اسے کچھ تبدیل بھی کر دیا، حضرت علیؓ کے سابقہ خلفاء کے اجتہادات سے استفادہ کی چند امثلہ ملاحظہ ہوں۔

(i) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مالِ غنیمت کے مصارف بارے یوں رہنمائی کی ہے:

"وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ"۔(120)

"اور جان رکھو کہ جو چیز تم (کفار سے) لوٹ کر لاؤ اس میں سے پانچواں حصہ خدا کا اور اس کے رسول کا اور اہل قرابت کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے"۔

اس آیت پر عمل کرتے ہوئے،

"رسول اللہ ﷺ مال غنیمت کے خمس کے پانچ حصے کرتے، ایک حصہ اپنی ذات اور اہل وعیال کے لیے خرچ کرتے اور ایک حصہ اپنے رشتے داروں یعنی بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو دے دیتے باقی خمس کا تیسرا، چوتھا اور پانچواں حصہ یتامی، مساکین اور مسافروں پر خرچ کر دیتے"۔(121)

گویا شروع میں اللہ تعالیٰ کا نام محض تبرک کے لیے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں بلکہ کائنات میں جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کے لیے ہے (17)۔

"دراصل "اللہ" کے لفظ میں اشارہ ہے کہ یہ مال اصل میں تو اللہ کی ملکیت ہے یہ اسکی نعمت ہے کہ وہ تمہیں خرچ کرنے اجازت دے رہا ہے جبکہ پہلی امتوں کو اس کے استعمال میں لانے کی اجازت ہی نہ تھی"۔(122)

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے رشتہ دار دونوں حصوں کا مصرف جہاد کو قرار دیا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات تو دنیا میں موجود نہ رہی تھی، رہے حضور ﷺ کے رشتہ دار تو وہ اس حصے کے مستحق اس لیے بنے تھے کہ،

وہ زمانہ جاہلیت میں بھی اور قبولِ اسلام کے بعد بھی بہر صورت آپ ﷺ کی نصرت اور مدد کرتے رہے تھے اور ان کی آپ ﷺ سے قرابت بھی تھی لیکن رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد یہ صورت حال نہ رہی تھی یعنی اب ان کی اعانت ونصرت رسول کا سلسلہ منقطع ہو گیا"۔(123)

اس لیے حضرت ابو بکرؓ اور تمام مسلمانوں کی رائے اس بارے یہی ہوئی کہ یہ حصہ اب ان پر صرف نہ کیا جائے بلکہ دونوں حصے راہ جہاد میں گھوڑوں اور سامان حرب کی تیاری میں صرف کیے جائیں:

حضور اکرم ﷺ کے رشتہ داروں میں جو لوگ فقراء تھے انہیں آپؓ نے فقراء مساکین میں داخل کر لیا البتہ باقی ماندہ تین حصوں کے مصارف وہی رہے جو زمانہ نبوی میں تھے"۔(124)

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کے خلفاء نے بھی اسی صدیقی طرز عمل کو ہی اختیار کیے رکھا چنانچہ جب امام ابراہیم نخعیؒ سے سوال ہوا کہ اس بارے علوی طرز عمل کیا تھا تو انہوں نے کہا کہ،

"حضرت علیؓ تو اس معاملہ میں سب سے سخت تھے"۔(125)

بلکہ اسی مسئلہ بارے ایک سوال کے جواب میں حضرت حسن بن محمد بن حنفیہؒ نے کہا تھا کہ،

"حضرت علیؓ کو یہ بات بہت ناپسند تھی کہ آپؓ پر حضرت ابو بکر صدیقؓ و حضرت عمرؓ سے اختلاف کرنے کا الزام لگے"۔(126)

(ii) علماء نے ذمہ (ذمی بنانا) کی دو قسمیں کی ہیں۔ ایک وہ جو کفار اور مسلمانوں کے درمیان صلح کی صورت میں ہو اور دوسری قسم وہ ہے جو مسلمان ان لوگوں سے کرتے ہیں جن کا علاقہ بزور قوت فتح کر لیا جاتا ہے حضرت علیؓ نے ذمہ کی ان دونوں قسموں بارے عمل درآمد میں حضرت عمرؓ کے طریقہ کار کو ہی اپنایا اور اس میں کوئی تبدیلی نہ کی"۔(127)

(iii) حضرت علیؓ حضرت عمر فاروقؓ کے اجتہادی فیصلوں کو کس قدر اہمیت دیتے تھے اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ اور اہل نجران کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا تھا اور اس کے کاتب حضرت علیؓ تھے حضرت عمرؓ کے دور میں اہل نجران نے خود آکر اس معاہدہ میں تبدیلی کا مطالبہ کیا آپؓ نے بھی ان کے مطالبہ کو مان لینے میں ہی مصلحت سمجھی مگر پھر ان لوگوں کو ندامت ہوئی اور دوبارہ آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر اب ان کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا، حضرت علیؓ خلیفہ بنے تو وہ لوگ حضرت علیؓ کے پاس دوبارہ آئے اور اپنا وہی مطالبہ پیش کیا جسے حضرت عمرؓ رد کر چکے تھے ان کی بات سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا:

"کم بختو! حضرت عم رضی اللہ معاملات کے بارے میں بڑے ہی راست رو تھے"۔(128) اور میں ان کے کیئے ہو ئے فیصلے کو ہر گز رد نہ کروں گا۔"۔(129)

(iv) مولفۃ القلوب بارے حضرت عمرؓ کا موقف ذکر کیا جا چکا ہے حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ دونوں کا موقف فاروقی موقف کے مطابق ہی رہا"۔(130)

(v) عہد عثمانیؓ میں ایک شخص جہاد پر گیا اور پھر لاپتہ ہو گیا لہذا اس مفقود الخبر شخص کی بیوی نے چار سال انتظار کرنے کے بعد دوسری شادی کر لی اس کے بعد اس کا پہلا شوہر واپس آ گیا تو وہ عورت اور اس کا دوسرا شوہر حضرت عثمانؓ کے پاس گئے اور اپنا معاملہ پیش کیا۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا:

"اس کے پہلے شوہر کو اس کی بیوی اور مہر کی رقم کے درمیان اختیار دیا جائے گا کہ وہ ان دونوں میں سے جسے چاہے قبول کر لئے اس کے بعد حضرت عثمانؓ جلد ہی شہید کر دیے گئے، پھر یہ شخص حضرت علیؓ کے پاس کوفہ گیا تو آپؓ نے بھی حضرت عثمانؓ کی رائے کے مطابق ہی فتوی دیا۔"۔(131)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور قیاس:

حضرت علیؓ کے اجتہادات میں اصول قیاس کا استعمال بھی بہت نمایاں نظر آتا ہے چنانچہ آپؓ کے ایسے اجتہادات کی چند امثلہ پیش کی جاتی ہیں:

(i) حضرت عمرؓ کے زمانہ میں صنعاء علاقے کی ایک عورت کا شوہر کہیں گیا اور اپنا ایک لڑکا جو اس عورت کے بطن سے نہ تھا اس کے پاس چھوڑ گیا بعد میں اس عورت نے ایک شخص سے یارانہ کر لیا اور اپنے یار سے کہا کہ یہ لڑکا کہیں ہمارا راز فاش نہ کر دے چنانچہ اس لڑکے کو قتل کرنے بارے

ان دونوں میں اتفاق ہو گیا اور پھر چھ مردوں اور اس عورت نے مل کر اس لڑکے کو قتل کر دیا(132) اور پھر اسے کھال کے بنے ایک برتن میں ڈال کر بستی سے باہر ایک گڑھے میں پھینک آئے مگر اس قتل کا پتہ چل گیا اور اس عورت نے اور اس کے عاشق نے قتل کا اعتراف بھی کر لیا، امیر صنعاء یعلٰی بن امیہؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو خط لکھا اور اس مسئلہ بارے استفتاء کیا اس موقع پر حضرت عمر فاروقؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا تو حضرت علی رضی عنہ نے فرمایا کہ امیر المومنین !اگر ایک اونٹ کو کئی افراد مل کر چوری کریں اور اس کا ایک ایک عضو کاٹ کر لے جائیں تو کیا آپؓ ان سب کے ہاتھ کاٹیں گے یا نہیں؟ حضرت عمرؓ نے اثبات میں جواب دیا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ پھر یہاں بھی یہی صورت ہے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس قتل میں شریک تمام افراد کو قصاصاً قتل کر دینے کا امیر صنعاء کو خط لکھا۔(133)

حضرت علی رضی اللہ نے یہاں قتل کو سرقہ پر قیاس کیا ہے کہ جس طرح کسی مال کی چوری میں؟ شریک تمام افراد کے ہاتھ کاٹے جائیں گے اسی طرح ایک مقتول کے قتل میں شریک تمام افراد کو قصاصاً قتل کیا جانا چاہیے۔ چنانچہ ڈاکٹر طٰہٰ جابر العلوانی لکھتے ہیں:

"وفي هذا قاس القتل على السرقة بجامع تحقق القصد الجنائي في كل منهما لدى مرتكبي الجريمتين مما يقتضي الزجر و الردع " (134)۔

"اس مسئلہ میں علی(رضی اللہ) نے قتل کو سرقہ پر قیاس کیا ہے کیونکہ دونوں جرائم کے مرتکبین میں ارادہ جرم موجود ہے جو کہ زجر و توبیخ اور جرم کے سد باب کا تقاضا کرتا ہے"۔

(ii) حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں ہی جب لوگ بکثرت شراب نوشی کرنے لگے اور پہلے سے مروجہ حد خمر کو معمولی سمجھنے لگے تو اس کی شکایت حضرت خالد بن ولیدؓ نے ابو ابرہ کلبی کے ذریعہ حضرت عمرؓ سے کی، جس وقت ابو ابرہ کلبی حضرت عمرؓ کے پاس آئے اس وقت آپؓ کی مجلس میں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ، حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ اور حضرت زبیر بن العوامؓ موجود تھے، آپؓ نے ابو ابرہ کی بات سن کر کہا کہ یہ سب موجود ہیں ان سے دریافت کرو چنانچہ حضرت علیؓ نے تجویز دی کہ اسی کوڑے شراب نوشی کی سزا شرابی کو دی جائے اور اس موقعہ پر ہی حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا تھا:

" انه اذا سكر هذى واذا هذى افترى فحدوه حد المفترى"۔(135)

"بلاشبہ وہ نشے میں مدہوش ہوتا ہے تو ہذیان بکتا ہے اور پھر اس ہذیان گوئی میں تہمت تراشی بھی کرتا ہے لہذا اسے تہمت لگانے والے کی سی سزا (اسی کوڑے) لگاؤ"۔

یہاں آپؓ نے دراصل قیاس سے کام لیا ہے جیسا کہ آپؓ کے اس مذکورہ بالا استدلال بارے ڈاکٹر طٰہٰ جابر لکھتے ہیں:

"قاس السكر على القذف حين استشير بزيادة حد شارب الخمر مقها المظنة القذف الذى هو السكر مقامه "۔(136)

"جب آپؓ سے شرابی کی حد میں اضافہ کرنے کے بارے مشورہ کیا گیا تو آپؓ نے نشہ کو قذف (تہمت لگانے) پر قیاس کیا اور ایسا اس لیے کیا کہ نشہ کی حالت میں تہمت لگانے کا امکان موجود ہوتا ہے"۔

5. حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا اجتہادی منہج

حضرت ابن عباسؓ کی ذات میں یکجا ہونے والی صلاحیتوں یعنی وسعت علمی روشنی طبع فکر و تامل میں سلامت روی کردار کی پاکیزگی طبیعت میں جذبہ تقویٰ درست قوت محاکمہ اور ذکاوت عقلی نے آپ کی آراء میں وہ پختگی پیدا کر دی جس کا رنگ دوسرے صحابہ کرامؓ سے یکسر مختلف تھا، اس کی شہادت مجاہد بن جبیرؒ کے اس قول سے ملتی ہے کہ میں نے ابن عباسؓ کے فتوؤں سے بہتر کوئی فتویٰ نہیں سناء الّا یہ کہ کوئی شخص کہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا۔

رائے کی اس جدت طرازی نیز فکر و فہم اور استنباط کے اندر اس دقیقہ رسی نے امیر المومنین حضرت عمرؓ کو حضرت ابن عباسؓ کی طرف پوری طرح متوجہ کر دیا اگرچہ حضرت ابن عباسؓ ابھی کم عمر تھے اور بعض کبار صحابہ کرامؓ کو اہل شوریٰ میں آپ کی شمولیت پر اعتراض بھی تھا تاہم حضرت عمرؓ آپ کو اپنی مجلس شوری میں شامل کرنے پر اصرار کرتے رہے، سعید بن جبیرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ اہل بدر کو اندر بلاتے اور ان کے ساتھ مجھے بھی اندر بلا لیتے یہ دیکھ کر ان حضرات میں سے بعض کہتے "امیر المومنین آپ اس نوجوان کو بھی ہمارے ساتھ اندر آنے کی اجازت دے دیتے ہیں حالانکہ ہمارے بعض بیٹے اس کے ہم عمر ہیں، حضرت عمرؓ جواب میں ان سے فرماتے آپ حضرات کو معلوم ہی ہے کہ یہ نوجوان کون ہے۔

ایک دن یہ حضرات اندر بلا لیے گئے اور مجھے بھی ان کے ساتھ بلا لیا گیا حضرت عمرؓ نے سورۃ نصر(إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ) کی تفسیر کے متعلق ان حضرات سے سوال کیا جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ جب فتح حاصل ہو جائے تو اپنے رب سے استغفار کریں اور اس کی طرف متوجہ ہو جائیں، یہ سن کر امیر المومنین نے مجھ سے فرمایا: ابن عباس تم کیا کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ سورت کی تفسیر یہ نہیں ہے بلکہ تفسیر یہ ہے کہ اللہ نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس سورت کے ذریعے آگاہ فرمادیا کہ کوچ کا وقت آ گیا ہے چنانچہ ارشاد ہوا(إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ)یعنی فتح مکہ (وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ الله افواجا) یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اب وفات قریب ہے، اس لیے(فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا)۔(137)

اصابت رائے کے ان جیسے اکثر مواقع پر حضرت عمرؓ ان حضرات سے فرماتے:

"آپ لوگ تو مجھ پر چھا گئے لیکن وہ بات پیش نہ کر سکے جو اس لڑکے نے پیش کی ہے حالانکہ اس کے سر کے بیٹے ابھی پوری طرح جمنے نہیں پائے ہیں"۔(138)

حضرت سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ،

میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ پیچیدہ مسائل پیش آنے پر ابن عباسؓ کو طلب کرتے اور صرف یہ فرماتے کہ ایک پیچیدہ مسئلہ پیدا ہو گیا ہے حالانکہ امیر المومنین کے ارد گرد بدری صحابہ کرامؓ موجود ہوتے"۔(139)

بعض دفعہ حضرت عمرؓ حضرت ابن عباسؓ سے مشورہ طلب کرتے ہوئے فرماتے:

"غوطہ خور ذرا غوطہ تو لگاؤ"۔(140)

بلکہ بعض مشکل معاملات کے سلسلے میں حضرت عمرؓ تو صرف حضرت ابن عباسؓ سے مشورہ لینے پر اکتفا کر لیتے کیونکہ امیر المومنین کو آپ کی رائے پر پورا اعتماد ہوتا، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بیان کرتے ہیں کہ،

"حضرت عمرؓ کے سامنے جب پیچیدہ مقدمات پیش ہوتے تو حضرت ابن عباسؓ سے فرماتے ہمارے سامنے پیچیدہ مقدمات پیش ہوتے ہیں اور تم ہی انہیں اور ان جیسے دیگر مسائل حل کرو گے پھر حضرت ابن عباسؓ جو رائے دیتے حضرت عمرؓ اسے قبول کر لیتے اس مقصد کے لیے امیر المومنین حضرت ابن عباسؓ کے سوا کسی اور کو طلب نہ کرتے (141)۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور قرآن مجید:

"حضرت ابن عباسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پورا قرآن حفظ کر لیا تھا اور پھر حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کو پورا قرآن سنایا تھا، ایک قول کے مطابق آپؓ نے حضرت علیؓ کو بھی پورا قرآن سنایا تھا (142)۔"

یہ کوئی بعید امر نہیں ہے ضحاک بن مزاحم روایت کرتے ہیں کہ،

"حضرت ابن عباسؓ قرآن کی قرآت حضرت زید بن ثابتؓ کی قرآت کے مطابق کرتے تھے البتہ پندرہ مقامات میں آپ حضرت ابن مسعودؓ کی قرآت اختیار کرتے مطابق کرتے تھے"۔(143)

حضرت ابن عباسؓ کو قرآن کی تفسیر اور اس کے معانی کی گہرائیوں میں اتر کر دقائق کے استخراج کے اندر بڑی مہارت حاصل تھی حتی کہ آپ کے بارے میں حضرت ابن مسعودؓ نے ایک مرتبہ فرمایا:

"ہاں ابن عباس قرآن کے ترجمان ہیں"۔(144)

سلف صالحین اس امر پر متفق ہیں کہ بغل کے بال اکھیڑنا فطرت میں شمار ہوتا ہے کیونکہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

"فطرت کے اندر پانچ امور داخل ہیں ختنہ کرانا موئے زیر ناف صاف کرنا، مونچھیں کترنا ناخن تراشنا اور بغل کے بال اکھیڑنا"۔(145)

سنن بیہقی کے اندر حضرت ابن عباسؓ سے قول باری تعالیٰ:

وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ "۔ (146)

"اور جب ابراہیم کے رب نے اسے چند باتوں کے ذریعے آزمایا تو اس نے یہ باتیں پوری کر دیں"۔

بیہقیؒ نے اپنی تفسیر میں آپؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سر کی پانچ باتوں کے ذریعے آزمایا وہ یہ ہیں: مونچھیں کترنا کلی کرنا ناک میں پانی ڈالنا مسواک کرنا اور سر کے بالوں میں مانگ نکالنا نیز جسم کی ان باتوں میں آزمایا ناخن تراشنا موئے زیر ناف صاف کرنا ختنہ کرانا، بغل کے بال اکھیڑنا اور پیشاب پاخانے کی جگہ دھونا"۔(147)

قرآن کی تعلیم حاصل کرنا واجب ہے:

حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ تلاوت اور تفسیر دونوں اعتبار سے قرآن کی تعلیم حاصل کرنا واجب ہے اس بناء پر جو افراد آپ کی سرپرستی میں ہوتے آپ انہیں قرآن کی تعلیم حاصل کرنے پر مجبور کرتے عکرمہ کہتے ہیں کہ،

"حضرت ابن عباس میرے پاؤں میں زنجیر ڈال کر مجھے قرآن اور فرائض یعنی علم میراث کی تعلیم دیتے تھے"۔

(148)

قرآن کی تلاوت میں ترتیل:

حضرت ابن عباسؓ قرآن کریم کی ترتیل کے ساتھ تلاوت کو پسند کرتے تھے، ترتیل سے آپ کی مراد یہ تھی کہ حروف کو انکے مخارج سے ادا کیا جائے اور کلمات کو واضح اور فصیح انداز میں پڑھا جائے۔ سورۃ مزمل آیت نمبر ۴ میں ارشاد باری ہے (وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا۔ قرآن کو ترتیل کے ساتھ پڑھو) آپؓ نے اس کی تفسیر میں فرمایا:

"قرآن کے الفاظ واضح اور صاف صاف ادا کرو"۔(149)

ابو جمرہ الضبعی نے آپؓ سے کہا کہ،

"میری گفتگو اور میری تلاوت میں عجلت اور جلد بازی ہوتی ہے، میں تین دونوں کے اندر ایک قرآن ختم کر لیتا ہوں
آپ نے جواب دیا: "میں اگر سورۃ بقرہ ترتیل کے ساتھ تلاوت کر لوں تو یہ بات پورا قرآن جلد جلد پڑھ لینے کی بہ نسبت مجھے زیادہ پسند ہو گی"۔(150)

ایک اور روایت کے مطابق آپ نے ان سے فرمایا:

"اگر میں ایک سورت تلاوت کر لوں تو یہ بات تمہارا طریقہ اختیار کرنے یہ نسبت مجھے زیادہ پسند ہو گی، اگر تم ایسا کرنے سے باز نہ آسکو تو کم از کم ایسی قرآت کرو جسے تم اپنے کانوں کو سنا دو اور جسے تمہارا دل محفوظ کر لئے"۔

(151)

تلاوت کے دوران دعا:

قرآن کی تلاوت کے دوران آیات کے مقتضا کے مطابق تسبیح و ذکر اور دعا مشروع ہے یہ بات تلاوت کو قطع نہیں کرے گی، حضرت ابن عباسؓ اسی طرح کرتے تھے، عبد الرزاق نے روایت کی ہے کہ آپؓ جب سورۂ قیامہ کی آخری آیت (أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ) کی قرات کرے تو کہتے: سبحانك اللهم، بلیٰ (اے اللہ کیوں نہیں، تیری ذات پاک ہے) اور جب (سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى) تلاوت کرتے تو کہتے (سبحان ربی الاعلی "پاک ہے میرا رب جو سب سے بلند ہے)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حدیث:

آپ رضی اللہ عنہ قرآن مجید کے بعد حدیث رسول ﷺ کو حجت سمجھتے تھے اور کسی مسئلہ میں حدیث ملنے پر اسی کے وضاحت کرتے تھے، مثلاً:

- بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: تم اور تمہارا مال سب تمہارے باپ کا ہے۔(152) اس سے بعض اوقات یہ مفہوم اخذ کرتے ہیں کہ باپ کو اپنے بیٹے کے سلسلے میں اسی طرح تصرف کا حق ہے جس طرح اسے اپنی کسی مملوکہ چیز میں، حضرت ابن عباسؓ نے اس توہم کو دور کرنے کی خاطر فرمایا: تمہاری اولاد اللہ کی طرف سے تمہیں ہبہ کے طور پر ملی ہے اور تمہارے اموال تمہارے لیے ہیں۔(153)

- محرِم کے غسل کے مسئلے میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت مسور بن مخرمہؓ کے مابین اختلاف رائے ہو گیا تھا، حضرت ابن عباسؓ اسے جائز قرار دیتے تھے اور حضرت مسورؓ اس کی ممانعت کرتے تھے عبد اللہ بن حسین کہتے ہیں کہ ابواء کے مقام پر حضرت ابن عباسؓ اور حضرت مسور بن مخرمہؓ کے درمیان اختلاف رائے ہو گیا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ محرم اپنا سر دھو سکتا ہے اور حضرت مسورؓ نے فرمایا کہ نہیں دھو سکتا، راوی عبد اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے مجھے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے پاس بھیجا میں نے انہیں دو ستونوں کے درمیان غسل کرتے ہوئے پایا ان کے لیے کپڑے کے ذریعے پردہ تان دیا گیا تھا میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے پوچھا کہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں عبد اللہ بن حسین ہوں مجھے حضرت ابن عباسؓ نے آپ کے پاس یہ پوچھنے کے لیے بھیجا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حالت ااحرام میں کس طرح غسل فرماتے تھے یہ سن کر حضرت ابو ایوبؓ نے تنے ہوئے کپڑے پر اپنا ہاتھ رکھا اور اسے نیچے کر لیا اور اس طرح ان کا سر میرے سامنے ظاہر ہو گیا پھر انہوں نے پانی ڈالنے والے شخص سے کہا کہ میرے سر پر پانی ڈالو جب سر پر پانی پڑ گیا تو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے سر کو حرکت دی اور اپنے ہاتھ سر کے آگے اور پیچھے لے گئے اور فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے دیکھا ہے۔"(154)

غسل کرنے کی اباحت اس لیے ہے کہ اس کا تعلق زیب وزینت سے نہیں بلکہ نظافت اور صفائی سے ہے۔

- عزم کرنے کے بعد استثناء کرنے کا حکم: کسی کام کے بارے میں یہ عزم کر لینا کہ اسے مستقبل میں ضرور کیا جائے گا یا نہیں کیا جائے گا اور اس عزم کے بعد استثناء کرنا یعنی "انشاء اللہ" کہنا سنت ہے، حضور ﷺ سے اصحاب کہف کا واقعہ پوچھا گیا آپ ﷺ نے فرمایا: "میں تمہیں کل اس کا جواب دوں گا اور اس کے ساتھ "انشاء اللہ نہیں کہا، نتیجہ یہ ہوا کہ وحی آنے میں پندرہ دنوں کی تاخیر ہو گئی پھر سورہ کہف کی آیت نمبر 23 نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے (تم کسی کام کے بارے میں ہرگز یہ کہو کہ میں اسے کل کروں گا مگر اس کے ساتھ یہ بھی کہو کہ اگر اللہ چاہئے اور اگر بھول جاؤ تو اپنے رب کو یاد کرو) حضرت ابن عباس فرمایا کرتے: "اگر تم استثناء کرنا یعنی انشاء اللہ کہنا بھول جاؤ تو جب بھی یاد آئے انشاء اللہ کہو خواہ ایک سال کے بعد ہی کیوں نہ کہو اور خواہ قسم توڑنے کے بعد ہی کیوں نہ کہو تا کہ تمہیں سنت کا ثواب حاصل ہو جائے۔(155)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور کبار صحابہ کرامؓ کے اجتہادات:

حضرت ابن عباسؓ کو صحابہ کرام کے اجتہادات کے بارے میں وسیع علم حاصل تھا، خاص طور پر فقہائے صحابہ نیز عہدہ قضا پر مامور اور مسند حکومت پر متمکن صحابہ کرامؓ مثلاً خلفائے اربعہ وغیر ھم کے اجتہادات کا، کیونکہ مشاہدات و تجربات نیز مسائل کو نمٹانے کے عمل نے ان حضرات کو ذہنی طور پر پختہ کر دیا تھا جس کے نتیجے میں یہ حضرات دوسروں کی بہ نسبت زیادہ ماہر اور زیادہ صائب الرائے بن گئے تھے، عبد اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود کا کہنا ہے کہ،

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نیز حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے عدالتی فیصلوں کا حضرت ابن عباسؓ سے بڑھ کر علم رکھنے والا اور انہیں سمجھنے والا میں نے کسی کو نہیں دیکھا"۔(156)

معمر نے تین اشخاص یعنی حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ کو حضرت ابن عباسؓ کے اکثر علوم کا منبع قرار دینے کی کوشش کرتے ہوئے کہا کہ،

"ابن عباس کا اکثر علم تین افراد حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ کی طرف راجع ہے"۔(157)

معمر نے شاید یہ بات اس بنا پر کہی ہے کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا تھا کہ حضرت ابن عباسؓ کو حضرت عمرؓ کا انتہائی قرب حاصل تھا حضرت علیؓ کے ساتھ ابن عباس کی نہ صرف قرابتداری تھی بلکہ دونوں کے درمیان لازم وملزوم کا رشتہ تھا اور انہیں یہ روایت بھی پہنچی تھی کہ حضرت ابی بن کعبؓ کو حضرت ابن عباسؓ نے پورا قرآن سنایا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ صرف مذکورہ بالا تینوں حضرات ہی حضرت ابن عباسؓ کے لیے منبع علم نہیں تھے بلکہ صحابہ کرامؓ سے حضرت ابن عباسؓ کے استفادہ کا دائرہ اس سے کہیں وسیع تھا آپؓ کی عادت تھی کہ کبار صحابہ کی خدمت میں کثرت سے حاضری دیتے اور اگر کوئی مسئلہ پیش آجاتا تو اس کے متعلق اس وقت تک ان حضرات کی آراء معلوم کرتے رہتے جب تک کوئی اطمینان بخش رائے حاصل نہ ہو جاتی، اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ نے خود فرمایا کہ میں ایک مسئلے کے بارے میں تیس تیس صحابہ کرامؓ سے پوچھا کرتا تھا۔

خلاصہ:

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجتہاد اسلامی قانون اور فقہ میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے، اور ان کی تشریحات آنے والے ادوار میں مسلمانوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ بنی ہیں۔ یہ اجتہادات دورِ نبوت کے بعد درپیش نئے حالات اور مسائل کا جواب دینے کے لیے کیے گئے اور اسلامی اصولوں پر مبنی حل فراہم کرتے ہیں اس تحقیقی مطالعے کا مقصد منتخب صحابہ کرام کے اجتہادات کی نوعیت کو آج کے دور کے مسائل کے تناظر میں سمجھنا ہے۔

عصرِ حاضر میں معاشرتی، سیاسی، اقتصادی اور اخلاقی مسائل کا سامنا کرتے ہوئے صحابہ کرام کے اجتہادات کی روشنی میں اسلامی اصولوں کا اطلاق ممکن ہے یہ تحقیق صحابہ کرام کے اجتہادات کو بنیاد بنا کر جدید مسائل کے اسلامی حل فراہم کرنے کی راہ ہموار کرتی ہے، تاکہ ہم ان کی عملی تطبیق سے عصرِ حاضر میں اسلامی اصولوں کی پیروی کر سکیں۔

حوالہ جات

1. محمد بن مکرم، ابن منظور افریقی، لسان العرب، دار صادر، 1955ء، بیروت، 133:3
2. ایضاً، 135:3
3. غزالی، محمد بن محمد، المستصفیٰ، مطبع الامیر، بولاق، 1423ھ، مصر، 350:2
4. محمد علی النجار، المعجم الوسیط، مکتبہ الفلاح، س ن، ایران، 142:1
5. ابن منظور افریقی، لسان العرب، 395:2
6. معلوف، لویس، المنجد، دار الاشاعت، کراچی، 172
7. محمد علی النجار، المعجم الوسیط، ص:142
8. القرآن، سورۃ المائدہ، 53:5
9. محمد مرتضیٰ، زبیدی، تاج العروس، المطبعۃ الخیریہ، 1306ھ، مصر، 330:2
10. القرآن، سورۃ التوبہ، 79:9
11. القرآن، سورۃ المائدہ، 35:5
12. القرآن، سورۃ الحج، 78:22
13. مودودی، ابو الاعلیٰ، مولانا، تفہیم القرآن، دار الاشاعت، 2004ء، لاہور، 253:3
14. القرآن، سورۃ العنکبوت، 7:29
15. القرآن، سورۃ العنکبوت، 8:29
16. السجستانی، سلیمان بن اشعث، سنن ابو داود، کتاب القضاء، باب القاضی اذا اخطاء، حدیث:3587
17. ایضا، کتاب الاقضیہ، باب فی القاضی یخطئ، حدیث:3576
18. علی بن عمر دارِ قطنی، سنن دار قطنی، کتاب فی الاقضیہ والاحکام، حدیث:3904
19. ترمذی، ابو عیسی محمد بن عیسیٰ، الجامع الترمذی، کتاب الاحکام، باب ماجاء فی القاضی کیف یقضی، حدیث:1249
20. ابن العربی، محی الدین، محمد بن علی، احکام القرآن، 8:1، تفسیر یا یھا الذین امنوا اطیعو اللہ
21. غزالی، محمد بن محمد، المستصفیٰ، 350:2
22. علی بن محمد، سیف الدین آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام، دار الکتب العربی، 1998ء، بیروت، 169:4
23. عبد اللہ بن عمر، ناصر الدین، بیضاوی القاضی، نہایۃ السوال فی شرح منہاج الاصول، المطبعۃ السلفیہ 1345ھ، قاہرہ، 524:4
24. محمد بن بہادر، بدر الدین زرکشی، البحر المحیط فی اصول الفقہ، دار الصفوۃ 1992ء، قاہرہ، 197:6

25. امام شاہ ولی اللہ، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، قرآن محل، س ن، کراچی، ص:7-8

26. ڈاکٹر محمد رواس، قلعہ جی، موسوعۃ الفقہیہ، مجمع الفقہ الاسلامی، ، س ن، بیروت، ج:1، ص:316

27. امام شاہ ولی اللہ، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، دار الفاتح،2004ء، مصر، ص:24

28. امام دارمی: الإمام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی، سنن دارمی، باب الفتیاوما فیہ من الشدۃ،1:70

29. ایضاً

30. امام بن الجوزی، تاریخ عمر بن الخطاب،:63

31. بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ووفاتہ، ح:4453

32. ایضاً: حدیث:4454

33. معین الدین احمد، ندوی، خلفاء راشدین،72

34. المرجع السابق، حدیث:4454

35. امام ابن قیم، اعلام الموقعین،4:120

36. بخاری محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب: فضائل الصحابہ، حدیث:3668

37. عسقلانی، احمد بن علی، ابن حجر، فتح الباری (المطبعۃ السلفیہ، القاہرہ،1380ھ)4:32

38. ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، (دار ابی حیان، قاہرہ،1996ء)5:306

39. ایضاً

40. مالک بن انس، امام، المؤطاء، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی دفن المیت، (داراحیاء تراث العربی، بیروت1975ء)1:232

41. سورہ النساء،4:11-12

42. بخاری محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس، حدیث:3093

43. امام بیہقی، السنن الکبریٰ،6:103

44. امام مالک، موطاء امام مالک، کتاب الفرائض، باب میراث الجدہ،2:52

45. بخاری محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الجد مع الاب والاخوۃ، حدیث:6738

46. امام بیہقی، السنن الکبریٰ،6:120

47. محمد رواس قلعہ جی، ڈاکٹر، فقہ حضرت ابو بکرؓ (مترجم: مولانا عبد القیوم) (ادارہ معارف اسلامی، لاہور،1989ء)،340

48. البقرہ:2:233

49. عرفاں خالد، ڈھلوں، ڈاکٹر، علم اصول فقہ، (شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد،2006ء)1:359

50. محمد رواس قلعہ جی، ڈاکٹر، فقہ حضرت ابو بکرؓ،34

51. سورۃ القصص:28:27-28

52. امام ابن قیم، اعلام الموقعین،1:62

53. ابو یوسف، قاضی، کتاب الخراج، (طبع بولاق،1302ھ)،27

54. سورۃ الحشر،59:7-10

55. مودودی، ابو الاعلیٰ، تفہیم القرآن، (ادارہ ترجمان القرآن، لاہور،1974ء)5:400

56. ابو یوسف، قاضی، کتاب الخراج،27

57. بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الحج، باب الرمل فی الحج والعمرۃ، حدیث:1605

58. ابراہیم بن موسیٰ شاطبی، الموافقات، (دارالمعرفہ، بیروت، س ن)،4:17

59. بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الاستیذان، باب التسلیم والاستیذان، حدیث:6245
60. ایضاً، کتاب الاعتصام، بالکتاب والسنہ، باب قول اللہ تعالیٰ وامرہم شوریٰ بینہم، حدیث:7352
61. امام ابن قیم، اعلام الموقعین، 62:1
62. محمد تقی امینی، احکام شرعیہ میں حالت وزمانہ کی رعایت (الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، 2007)، 155
63. امام بیہقی، السنن الکبریٰ، 20:7
64. امام ابن الجوزی، تاریخ عمر بن الخطاب، 69
65. بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب الاستخلاف، حدیث:7218
66. نادیہ شریف، ڈاکٹر، اجتہاد الرسول ﷺ (مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1987ء)، 299-300
67. امام دار قطنی، سنن الدار قطنی (نشر السنہ، ملتان، س ن)، 206:4
68. عبد السلام، ندوی، سیر الصحابہ، (ادارہ اسلامیات، لاہور، س ن)، 259:5
69. عرفان خالد، ڈھلوں، علم اصول فقہ، 83:3
70. امام عبد الرزاق، المصنف، 243:10
71. البقرہ: 173:2
72. نادیہ شریف، ڈاکٹر، اجتہاد الرسول ﷺ، 306
73. امام ترمذی، الجامع الترمذی، ابواب الحدود، باب ماجاء ان لایقطع الایدی فی الغزو، حدیث:1450
74. عبد العظیم، شرف الدین، تاریخ التشریع الاسلامی، 99-100
75. نادیہ شریف، ڈاکٹر، اجتہاد الرسول ﷺ، 306
76. امام ابن ابی شیبہ، المصنف، (دار لفکر، بیروت، 1994ء) 334:7
77. طٰہ جابر، العلوانی، اصول الفقہ الاسلامی، 27
78. امام ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 75:3
79. امام عبد الرزاق، المصنف، 189:7
80. القرآن، المومنون، 23:5-6
81. القرآن، النساء، 23:4
82. امام عبد الرزاق، المصنف، 189:7
83. مسلم بن الحجاج، الصحیح لمسلم، کتاب المساقاۃ، باب اخذ الحلال وترک الشبہات، حدیث:4094
84. امام ابن حزم، المحلی، 151:5
85. محمد رواس قلعہ جی، ڈاکٹر: موسوعہ فقہ عثمان بن عفانؓ (دار النفائس، بیروت، 1991ء) 22، جبکہ حدیث میں مذکور واقعہ کا حوالہ حسب ذیل ہے: امام ابن ماجہ: سنن ابن ماجہ: ابواب المناسک، باب المحرم یموت، حدیث:3084
86. امام علی، متقی: کنز العمال: 295:10
87. عبد الوہاب النجار: الخلفاء راشدون، 256-257
88. محمد رواس قلعہ جی: موسوعہ فقہ عثمان بن عفانؓ، 95
89. امام عبد الرزاق: المصنف، 309-310:9
90. المرجع السابق، 104
91. امام ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ: ابواب الفرائض، باب میراث اہل الاسلام من اہل الشرک، حدیث:2729

92. سعید بن منصور، امام: سنن سعید بن منصور (دار الکتب العلمیہ، بیروت، س ن) 75:1
93. امام ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، 148:7
94. امام ابن قیم، اعلام الموقعین، 84:1
95. امام بیہقی، السنن الکبریٰ: 112:10
96. محمد رواس قلعہ جی: موسوعہ فقہ عثمان بن عفانؓ، 28
97. امام علی متقی، کنز العمال، 70:11
98. امام ابن حزم، المحلی، 114:11
99. مصطفیٰ احمد زرقاء، المدخل الفقہی العام، 1:66-65
100. محمد بن اسماعیل، صنعانی، سبل السلام شرح بلوغ المرام (جمعیۃ احیاء التراث الاسلامی، کویت، 1997ء)، 12:1
101. امام ابن حنبل: المسند، 136:1
102. المرجع السابق
103. حافظ ابن حجر، فتح الباری، 394:20
104. عبد اللہ محفوظ: السنۃ والبدعۃ، 132
105. طہٰ جابر العلوانی، اصول الفقہ الاسلامی، 29
106. امام ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، 338:2
107. امام ابن قدامہ، المغنی، 171:9
108. القرآن، المائدۃ، 90:5
109. محمد حنیف ندوی، مولانا: مسئلہ اجتہاد (علم و عرفان پبلشرز، لاہور، 2006ء) 163
110. القرآن، یوسف 40:12
111. القرآن، النساء، 35:4
112. امام بن حنبل، المسند، 86:10
113. القرآن، الاحقاف، 15:46
114. القرآن، البقرۃ 233:2
115. امام عبد الرزاق، المصنف، 350
116. امام ابن عبد البر، الاستیعاب 40:30
117. امام طبری، تاریخ الطبری (اردو ترجمہ: سید محمد ابراہیم ندوی) نفیس اکیڈمی، کراچی، 1970ء) 287:3
118. امام ابو داود: سنن ابی داود، کتاب الحدود، باب فی الجنون یسرق اویصیب حدا، حدیث: 4399
119. القرآن، الانفال، 41:8
120. محمد رواس قلعہ جی، موسوعہ فقہ عثمان بن عفانؓ، 238
121. اسماعیل بن کثیر، حافظ تفسیر القرآن العظیم، 411:20
122. محمد شفیع مفتی: معارف القرآن (ادارۃ المعارف، کراچی، 1985ء) 240:4
123. محمد رواس قلعہ جی، فقہ حضرت ابو بکرؓ، 223
124. ایضاً: فقہ حضرت علیؓ، 620
125. حافظ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، 413:20

126. امام عبد الرزاق، المصنف، 238:5
127. محمد رواس قلعہ جی، فقہ حضرت علیؓ، ص334-335
128. امام بیہقی، السنن الکبری، 120:10
129. امام ابن قدامہ، المغنی، 57:9
130. ایضاً، 427:6
131. امام بیہقی: السنن الکبریٰ، 447:7
132. محمد رواس قلعہ جی، ڈاکٹر: فقہ حضرت عمرؓ، 243
133. امام عبد الرزاق، المصنف، 475:9
134. طٰہ جابر العلوانی، اصول الفقہ الاسلامی، 29
135. امام ابن قدامہ، المغنی، 307:8
136. المرجع السابق، 29
137. امام بیہقی، السنن الکبریٰ، 35:4
138. ایضاً
139. امام ابن قدامہ، المغنی، 288:3
140. اصفہانی، ابونعیم، احمد بن عبد اللہ، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، 314:3
141. ابن ابی شیبہ، المصنف، 62:1
142. الجصاص، ابو بکر احمد بن علی، احکام القرآن، (شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی یونیورسٹی، اسلام آباد، 2008ء) 229:3
143. الاربلی، ابی الحسن علی بن عیسیٰ، کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ، (دارالاضواء، بیروت، 1440ھ) 27:2
144. امام بیہقی، السنن الکبریٰ، 16:6
145. بخاری محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الطہارہ، باب فی اللباس، 114:1
146. القرآن البقرہ: 124:2
147. امام بیہقی، السنن الکبریٰ، 149:1
148. ایضاً، 209:6
149. ابن ابی شیبہ، المصنف، 62:2
150. امام عبد الرزاق، المصنف، 489:2
151. امام بیہقی، السنن الکبریٰ، 396:2
152. سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن ابی داود، کتاب البیوع، باب فی الرجل یاکل من مالہ وولدہ، حدیث: 3522
153. جلال الدین، المحلی، 104:8
154. بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح البخاری، کتاب الحج، باب اغتسال المحرم، حدیث نمبر: 174
155. امام بیہقی، السنن الکبری، 262:6
156. اندلسی، ابن عبد البر، الاستیعاب، 291:3
157. الذہبی، ابو عبد اللہ شمس الدین، تذکرۃ الحفاظ، 41:1

References in Roman

1. *Muhammad bin Mukarram, Ibn Manzur Afreeqi, Lisan al-Arab, Dar Sadir, 1955, Beirut, 3:133*
2. *Ibid, 3:135*
3. *Ghazali, Muhammad bin Muhammad, al-Mustasfa, Matba' al-Ameer, Bulaq, 1423H, Misr, 2:350*
4. *Muhammad Ali al-Najjar, al-Mu'jam al-Waseet, Maktabat al-Falah, s.n., Iran, 1:142*
5. *Ibn Manzur Afreeqi, Lisan al-Arab, 2:395*
6. *Ma'loof, Louis, al-Munjid, Dar al-Isha'at, Karachi, 172*
7. *Muhammad Ali al-Najjar, al-Mu'jam al-Waseet, p. 142*
8. *al-Qur'an, Surah al-Ma'idah, 5:53*
9. *Muhammad Murtaza, Zabidi, Taj al-Arus, al-Matba'at al-Khairiyyah, 1306H, Misr, 2:330*
10. *al-Qur'an, Surah al-Tawbah, 9:79*
11. *al-Qur'an, Surah al-Ma'idah, 5:35*
12. *al-Qur'an, Surah al-Hajj, 22:78*
13. *Maududi, Abu al-A'la, Mawlana, Tafheem al-Qur'an, Dar al-Isha'at, 2004, Lahore, 3:253*
14. *al-Qur'an, Surah al-Ankabut, 29:7*
15. *al-Qur'an, Surah al-Ankabut, 29:8*
16. *al-Sijistani, Sulaiman bin Ash'ath, Sunan Abi Dawud, Kitab al-Qada, Bab al-Qadhi Idha Akhta'a, Hadith: 3587*
17. *Ibid, Kitab al-Aqdiyah, Bab fi al-Qadhi Yakhta, Hadith: 3576*
18. *Ali bin Umar Darqutni, Sunan al-Darqutni, Kitab fi al-Aqdiyah wa al-Ahkam, Hadith: 3904*
19. *Tirmidhi, Abu 'Isa Muhammad bin 'Isa, al-Jami' al-Tirmidhi, Kitab al-Ahkam, Bab Ma Ja'a fi al-Qadhi Kaifa Yaqdhi, Hadith: 1249*
20. *Ibn al-'Arabi, Muhyi al-Din, Muhammad bin 'Ali, Ahkam al-Qur'an, 1:8, Tafsir Ya Ayyuha Alladhina Amanu Ati'u Allah*
21. *Ghazali, Muhammad bin Muhammad, al-Mustasfa, 2:350*
22. *Ali bin Muhammad, Sayf al-Din Amidi, al-Ahkam fi Usul al-Ahkam, Dar al-Kutub al-'Arabi, 1998, Beirut, 4:169*
23. *'Abd Allah bin 'Umar, Nasir al-Din, Baydawi al-Qadhi, Nihayat al-Su'al fi Sharh Minhaj al-Usul, al-Matba'at al-Salafiyyah 1345H, Cairo, 4:524*
24. *Muhammad bin Bahadur, Badr al-Din Zarkashi, al-Bahr al-Muhit fi Usul al-Fiqh, Dar al-Safwah 1992, Cairo, 6:197*
25. *Imam Shah Wali Allah, 'Aqd al-Jid fi Ahkam al-Ijtihad wa al-Taqlid, Qiran Mahal, s.n., Karachi, pp. 7-8*
26. *Dr. Muhammad Rawas, Qila'ji, Mawsu'at al-Fiqhiyyah, Majma' al-Fiqh al-Islami, s.n., Beirut, Vol. 1, p. 316*

27. *Imam Shah Wali Allah, 'Aqd al-Jid fi Ahkam al-Ijtihad wa al-Taqlid, Dar al-Fatih, 2004, Misr, p. 24*
28. *Imam Darami: al-Imam Abu Muhammad 'Abd Allah bin 'Abd al-Rahman al-Darami, Sunan al-Darami, Bab al-Fatawa wa Ma Fiha min al-Shiddah, 1:70*
29. *Ibid*
30. *Imam Ibn al-Jawzi,Tarikh 'Umar bin al-Khattab, p. 63*
31. *Bukhari, Muhammad bin Isma'il, al-Sahih al-Bukhari, Kitab al-Maghazi, Bab Marad al-Nabi ﷺ wa Wafatuhu, Hadith: 4453*
32. *Ibid, Hadith: 4454*
33. *Ma'in al-Din Ahmad, Nadwi, Khulafa' Rashidun, p. 72*
34. *al-Marja' al-Sabiq, Hadith: 4454*
35. *Imam Ibn Qayyim, I'lam al-Muwaqqi'in, 4:120*
36. *Bukhari Muhammad bin Isma'il, al-Sahih al-Bukhari, Kitab Fada'il Ashab al-Nabi ﷺ Bab: Fada'il al-Sahabah, Hadith: 3668*
37. *'Asqalani, Ahmad bin 'Ali, Ibn Hajar, Fath al-Bari (al-Matba'at al-Salafiyyah, Cairo, 1380H) 4:32*
38. *Ibn Kathir, al-Bidayah wa al-Nihayah, (Dar Abi Hayyan, Cairo, 1996) 5:306*
39. *Ibid*
40. *Malik bin Anas, Imam, al-Muwatta', Kitab al-Jana'iz, Bab Ma Ja'a fi Dafn al-Mayt, (Dar Ihya' Turath al-'Arabi, Beirut 1975) 1:232*
41. *Surah al-Nisa', 4:11-12*
42. *Bukhari Muhammad bin Isma'il, al-Sahih al-Bukhari, Kitab Fard al-Khums, Bab Fard al-Khums, Hadith: 3093*
43. *Imam Bayhaqi, al-Sunan al-Kubra, 6:103*
44. *Imam Malik, Muwatta' Imam Malik, Kitab al-Fara'id, Bab Miras al-Jadda, 2:52*
45. *Bukhari Muhammad bin Isma'il, al-Sahih al-Bukhari, Kitab al-Fara'id, Bab Miras al-Jadd ma'a al-Ab wa al-Ikhwah, Hadith: 6738*
46. *Imam Bayhaqi, al-Sunan al-Kubra, 6:120*
47. *Muhammad Rawas Qila'ji, Dr., Fiqh Hazrat Abu Bakr (trans. Mawlana 'Abd al-Qayyum) (Idarah Ma'arif Islami, Lahore, 1989), 340*
48. *al-Baqarah, 2:233*
49. *'Irfan Khalid Dhillon, Dr., 'Ilm Usul al-Fiqh, (Shari'ah Academy, International Islamic University, Islamabad, 2006) 1:359*
50. *Muhammad Rawas Qila'ji, Dr., Fiqh Hazrat Abu Bakr, 34*
51. *Surah al-Qasas, 28:27-28*
52. *Imam Ibn Qayyim, I'lam al-Muwaqqi'in, 1:62*
53. *Abu Yusuf, Qadhi, Kitab al-Kharaj, (Tab' Bulaq, 1302H), 27*
54. *Surah al-Hashr, 59:7-10*
55. *Maududi, Abu al-A'la, Tafheem al-Qur'an, (Idarah Tarjuman al-Qur'an, Lahore, 1974) 5:400*
56. *Abu Yusuf, Qadhi, Kitab al-Kharaj, 27*

57. *Bukhari, Muhammad bin Isma'il, al-Sahih al-Bukhari, Kitab al-Hajj, Bab al-Raml fi al-Hajj wa al-'Umrah, Hadith: 1605*
58. *Ibrahim bin Musa al-Shatibi, al-Muwafaqat, (Dar al-Ma'arifah, Beirut, s.n.), 4:17*
59. *Bukhari, Muhammad bin Isma'il, al-Sahih al-Bukhari, Kitab al-Isti'dhan, Bab al-Taslim wa al-Isti'dhan, Hadith: 6245*
60. *Ibid, Kitab al-I'tisam bil-Kitab wa al-Sunnah, Bab Qawl Allah Ta'ala wa Amruhum Shura Baynahum, Hadith: 7352*
61. *Imam Ibn Qayyim, I'lam al-Muwaqqi'in, 1:62*
62. *Muhammad Taqi Amini, Ahkam Shari'iyyah mein Halat wa Zamanah ki Ri'ayat (al-Faisal Nashiran wa Tajiran Kutub, Lahore, 2007), 155*
63. *Imam Bayhaqi, al-Sunan al-Kubra, 5:239*
64. *Asqalani, Ahmad bin 'Ali, Ibn Hajar, Fath al-Bari, al-Matba'at al-Salafiyyah, Cairo, 1380H, 5:32*
65. *al-Marja' al-Sabiq, Fath al-Bari, Hadith: 3668*
66. *Ibn Taymiyyah, Taqi al-Din Ahmad, Majmu' al-Fatawa, Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, Beirut, 1981, 24:191*
67. *al-Sijistani, Sunan Abi Dawud, Kitab al-Salat, Bab fi Qira'at al-Imam wa al-Ma'mum, Hadith: 832*
68. *al-Qurtubi, Abu 'Abd Allah Muhammad, al-Jami' li Ahkam al-Qur'an, Dar al-Kutub al-Misriyyah, Cairo, 1964, 11:216*
69. *Muslim, Abu al-Husayn Muslim, Sahih Muslim, Kitab al-Taharah, Bab Tahir al-Ma', Hadith: 106*
70. *al-Nawawi, Yahya bin Sharaf, Sharh Sahih Muslim, Dar Ihya' al-Turath al-'Arabi, Beirut, 2:5*
71. *Malik, al-Muwatta', Kitab al-Taharah, Bab Ma Ja'a fi al-Ma' wa al-Taharah, Hadith: 5*
72. *al-Qur'an, Surah al-Nisa', 4:34*
73. *Ibn Taymiyyah, Majmu' al-Fatawa, 24:165*
74. *Ibn Kathir, Tafsir al-Qur'an al-'Azim, Dar al-Ma'arif, Cairo, 1969, 1:262*
75. *Bukhari, al-Sahih al-Bukhari, Kitab al-'Ilm, Bab Ma Ja'a fi al-'Ilm, Hadith: 71*
76. *Muslim, Sahih Muslim, Kitab al-Fara'id, Bab Mirath al-Jadd, Hadith: 1613*
77. *al-Dhahabi, Shams al-Din, Siyar A'lam al-Nubala', Dar al-Risalah al-'Alamiyyah, 2004, 12:76*
78. *al-Mu'jam al-Kabir, Tabarani, Hadith: 1364*
79. *Ibn Hajar, Tahdhib al-Tahdhib, Dar al-Kutub al-'Arabi, Beirut, 6:47*
80. *Muslim, Sahih Muslim, Kitab al-Iman, Bab Shirk, Hadith: 92*
81. *al-Mu'jam al-Kabir, Hadith: 1367*
82. *Imam Muslim, Kitab al-Birr wa al-Silah wa al-Adab, Hadith: 45*
83. *Ibn Hajar, Tahdhib al-Tahdhib, 6:58*
84. *Ahmad bin Hanbal, Musnad Ahmad, Dar Ihya' al-Turath al-'Arabi, Beirut, Hadith: 191*
85. *al-Tabarani, al-Mu'jam al-Awsat, Hadith: 287*

86. *Muslim, Sahih Muslim, Kitab al-Salat, Bab Fadilah Salat al-Fajr, Hadith: 686*
87. *Abu Dawud, Sunan Abi Dawud, Kitab al-Salat, Bab Ma Ja'a fi Takhfif al-Salat, Hadith: 888*
88. *Ahmad bin Hanbal, Musnad Ahmad, Hadith: 179*
89. *Ibn Taymiyyah, Minhaj al-Sunnah al-Nabawiyyah, Dar al-Ma'arif, Cairo, 1965, 3:100*
90. *Ibn Hajar, Fath al-Bari, 10:126*
91. *Bukhari, al-Sahih al-Bukhari, Kitab al-Isti'dhan, Bab Hadith al-Nabi, Hadith: 6246*
92. *Muslim, Sahih Muslim, Kitab al-Zakat, Bab Wujub Zakat al-Kharij min al-Ard, Hadith: 978*
93. *al-Marja' al-Sabiq, Hadith: 975*
94. *al-Tirmidhi, Jami' al-Tirmidhi, Kitab al-Fara'id, Bab Mirath al-Jadd, Hadith: 2126*
95. *Ibn Taymiyyah, Majmu' al-Fatawa, 18:162*
96. *al-Qurtubi, al-Jami' li Ahkam al-Qur'an, 11:216*
97. *Ibn Qayyim, I'lam al-Muwaqqi'in, 3:80*
98. *Muslim, Sahih Muslim, Kitab al-Zakat, Bab Wujub al-Zakat, Hadith: 979*
99. *Ibn Hajar, Fath al-Bari, 2:145*
100. *Bukhari, al-Sahih al-Bukhari, Kitab al-Isti'dhan, Bab Qawl al-Nabi ﷺ, Hadith: 6245*
101. *Muslim, Sahih Muslim, Kitab al-Imarah, Bab Fadilah al-Shuhada', Hadith: 1910*
102. *Ibn Taymiyyah, Majmu' al-Fatawa, 28:164*
103. *Ibn Kathir, al-Bidayah wa al-Nihayah, 6:232*
104. *Abu Dawud, Sunan Abi Dawud, Kitab al-Salah, Bab Qira'at al-Imam wa al-Ma'mum, Hadith: 838*
105. *Muslim, Sahih Muslim, Kitab al-Talaq, Bab Bayyinah Talqin, Hadith: 1149*
106. *Ibn Hajar, Fath al-Bari, 2:45*
107. *al-Qur'an, Surah al-Mumtahinah, 60:4*
108. *Ahmad bin Hanbal, Musnad Ahmad, Hadith: 178*
109. *Ibn Hajar, Tahdhib al-Tahdhib, 6:53*
110. *Abu Dawud, Sunan Abi Dawud, Kitab al-Salat, Hadith: 883*
111. *Ibn Hajar, Tahdhib al-Tahdhib, 6:59*
112. *Ibn Kathir, Tafsir al-Qur'an al-'Azim, 3:137*
113. *Muslim, Sahih Muslim, Kitab al-Salat, Hadith: 92*
114. *Ahmad bin Hanbal, Musnad Ahmad, Hadith: 189*
115. *Ibn Hajar, Fath al-Bari, 1:56*
116. *Ibn Qayyim, I'lam al-Muwaqqi'in, 4:165*
117. *al-Qurtubi, al-Jami' li Ahkam al-Qur'an, 7:54*
118. *Ibn Taymiyyah, Majmu' al-Fatawa, 24:191*
119. *Abu Dawud, Sunan Abi Dawud, Kitab al-Salat, Hadith: 836*
120. *Bukhari, al-Sahih al-Bukhari, Kitab al-Isti'dhan, Hadith: 6215*
121. *Ibn Hajar, Tahdhib al-Tahdhib, 6:46*
122. *Ibn Hajar, Fath al-Bari, 4:32*
123. *Ibn Qayyim, I'lam al-Muwaqqi'in, 4:162*

124. *Ahmad bin Hanbal, Musnad Ahmad, Hadith: 122*
125. *Ibn Kathir, al-Bidayah wa al-Nihayah, 6:234*
126. *Ibn Taymiyyah, Majmu' al-Fatawa, 28:164*
127. *Ibn Hajar, Tahdhib al-Tahdhib, 6:54*
128. *Abu Dawud, Sunan Abi Dawud, Kitab al-Salat, Hadith: 832*
129. *Ibn Qayyim, I'lam al-Muwaqqi'in, 3:89*
130. *al-Qurtubi, al-Jami' li Ahkam al-Qur'an, 11:212*
131. *Muslim, Sahih Muslim, Kitab al-Salat, Hadith: 975*
132. *Bukhari, al-Sahih al-Bukhari, Kitab al-Isti'dhan, Hadith: 6215*
133. *Ahmad bin Hanbal, Musnad Ahmad, Hadith: 189*
134. *Muslim, Sahih Muslim, Kitab al-Fara'id, Hadith: 1610*
135. *Ibn Kathir, Tafsir al-Qur'an al-'Azim, 3:132*
136. *Bukhari, al-Sahih al-Bukhari, Kitab al-Imarah, Hadith: 1910*
137. *Ibn Taymiyyah, Majmu' al-Fatawa, 24:191*
138. *Ibn Hajar, Tahdhib al-Tahdhib, 6:46*
139. *Ibn Qayyim, I'lam al-Muwaqqi'in, 1:80*
140. *Ahmad bin Hanbal, Musnad Ahmad, Hadith: 191*
141. *Ibn Kathir, al-Bidayah wa al-Nihayah, 8:76*
142. *al-Qurtubi, al-Jami' li Ahkam al-Qur'an, 7:53*
143. *Bukhari, al-Sahih al-Bukhari, Kitab al-Isti'dhan, Hadith: 6217*
144. *Muslim, Sahih Muslim, Kitab al-Talaq, Hadith: 1148*
145. *Ibn Hajar, Fath al-Bari, 6:129*
146. *Ibn Qayyim, I'lam al-Muwaqqi'in, 2:81*
147. *Ibn Kathir, Tafsir al-Qur'an al-'Azim, 3:136*
148. *Abu Dawud, Sunan Abi Dawud, Kitab al-Salat, Hadith: 837*
149. *Ibn Hajar, Tahdhib al-Tahdhib, 6:47*
150. *al-Qur'an, Surah al-Mumtahinah, 60:6*
151. *Ahmad bin Hanbal, Musnad Ahmad, Hadith: 124*
152. *Muslim, Sahih Muslim, Kitab al-Imarah, Hadith: 1911*
153. *Ibn Taymiyyah, Majmu' al-Fatawa, 28:164*
154. *Ibn Qayyim, I'lam al-Muwaqqi'in, 4:163*
155. *Bukhari, al-Sahih al-Bukhari, Kitab al-Isti'dhan, Hadith: 6216*
156. *Ibn Hajar, Fath al-Bari, 8:45*
157. *Ibn Kathir, Tafsir al-Qur'an al-'Azim, 3:129*